جبر اور جمہوریت
بیگم کلثوم نواز شریف
PDFBOOKSFREE.PK
LXJ 1991

جبر اور جمہوریت

بیگم کلثوم نواز شریف

جبر اور جمہوریت

بیگم کلثوم نواز شریف

نام کتاب	جبر اور جمہوریت
مصنفہ	بیگم کلثوم نواز شریف
سال اشاعت	فروری، 2007ء
کمپیوٹر کوڈ	1S 130
قیمت	-/400روپے

ترتیب

عرض ناشر

محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف پاکستان کی وہ بلند اقبال اور پرعزم خاتون ہیں جنہوں نے جمہوریت کے لئے گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔ وہ ایک گھریلو خاتون ہیں جب 17 نومبر 1999ء کو ان کے شوہر وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کو جنرل پرویز مشرف نے گرفتار کر کے لانڈھی جیل بھیج دیا تو وہ اچانک سیاست کے افق پر نمودار ہوئیں انہوں نے اپنے شوہر کو قید سے نجات دلانے کے لئے ایسا شاندار کردار ادا کیا کہ بڑے بڑے سیاستدان ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ محترمہ کلثوم نواز شریف کے اس مجاہدانہ کردار نے نہ صرف شریف فیملی کا سر فخر سے بلند کر دیا بلکہ میدان سیاست میں شرافت اور حق گوئی کی لاج رکھ لی۔ جب بڑے بڑے جغادری سیاستدان ذاتی مصلحت کی تحت اپنی وفاداریاں تبدیل کر رہے تھے اور شریف فیملی کے ممنون احسان ہزاروں افراد وقت کے تیور دیکھ کر اپنے منہ چھپاتے پھرتے تھے تو ایسے دگرگوں حالات میں یہ عظیم خاتون میدان سیاست میں اس انداز سے نمودار ہوئی کہ دنیا انگشت بدانداں رہ گئی۔ ایسا بہت کم ہوا ہے کہ چاردیواری کو خیرباد کہنے والی خاتون دوبارہ چاردیواری کی زیب وزینت بنی ہو۔ لیکن بیگم کلثوم نواز شریف وہ واحد خاتون ہیں جو اپنے خاندانی وقار کے لئے دوبارہ اپنی چاردیواری میں واپس چلی گئیں۔

ادارہ ساگر پبلشرز بڑے فخر سے محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف کی اس سیاسی جدوجہد کو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ درحقیقت یہ محترمہ کی خودنوشت ہے جو صرف ان

کے سیاسی کردار کو نمایاں کرتی ہے۔ اس میں 12 اکتوبر 1999ء سے لے کر 2001ء یعنی میاں محمد نواز شریف کی جلاوطنی تک کے واقعات کو نہایت اختصار کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔

ادارہ کیپٹن محمد صفدر کا تہہ دل سے ممنون ہے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے ساگر پبلشرز کا انتخاب کیا۔ بلاشبہ کیپٹن محمد صفدر داماد سے بڑھ کر ایک بیٹے کا کردار ادا کر رہے ہیں ان کی یہ جدوجہد جمہوریت اور پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

ہم دیوان کریم پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف اور ایم ڈی ضیاء القرآن پبلی کیشنز جناب پیرزادہ حفیظ البرکات شاہ صاحب کے ازحد احسان مند ہے جو مسلسل ہماری حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔

ادارہ اس سے پہلے ملکی سیاست پر کتابیں شائع کرتا رہا ہے۔ ان کتب کو ہر سطح پر خوب پذیرائی ملی۔ امید ہے کہ حسب سابق قارئین ہماری اس کاوش کو بھی پسند کریں گے اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

اذان ضمیر

12 اکتوبر 1999ء کا سیاہ دن پاکستان کی تاریخ میں جمہوریت اور آئینی سیاست کی قانونی عملداری کے خاتمے کا منحوس ترین دن ہے۔ ملک کی دو تہائی اکثریت کے حامل وزیراعظم جناب محمد نواز شریف کو خود ساختہ فوجی حکمران جنرل (ر) پرویز مشرف نے جمہوریت پر ڈاکہ زنی کر کے پابند سلاسل کر دیا، اسمبلیاں، سینٹ اور آئین سمیت سب کچھ ہی ختم کر ڈالا۔ تب ملک کے اندر ایک سکوت مرگ طاری تھا۔ ہر شخص دم بخود اور خوفزدہ بلکہ سخت حیران اور پریشان بھی تھا کہ یہ سب کچھ کیوں کر ہو گیا۔ شہری بنیادی، آئینی اور انسانی نیز ہر قسم کے قانونی اور سیاسی حقوق معطل ہو گئے۔ ایک آمر مطلق کا جاری کردہ ''فرمان امروز'' یعنی (Order of the day) ملک کا آئین بن گیا۔ پی سی او کے نفاذ کے بعد یکطرفہ اور غیر شفاف احتساب اور سیاسی انتقام کا بدلگام منفی دور شروع ہوا۔ سپریم کورٹ کے 12 ججوں پر مشتمل نئے فل بینچ نے 12 مئی 2000ء کو 12 اکتوبر 1999ء کے فوجی اقدام کو قانون ضرورت کے تحت حق بجانب، درست اور جائز قرار دے دیا۔ اس کے بعد پی سی او کو اقتدار اعلیٰ کا درجہ مل گیا۔ نواز شریف کے خلاف احتساب بیورو (N. A. B) نے کام شروع کر کے اندھے کی لاٹھی گھما دی۔

اس سارے قضیہ میں تذبذب اور گومگو کی کیفیت سیاست پر آسیب بن کر چھائی رہی۔ لوگ دل کی بات کرنے اور سننے کو ترس گئے۔ ابہام کا دور بھیانک اور گھناؤنی رات میں ڈھلتا چلا گیا۔ نام نہاد طیارہ سازش کیس، فوجی ایکشن اور جمہوریت کے خلاف طالع آزما

اقتدار کے بھوکے مٹھی بھر خودسروں کی سازش کو چھپانے اور جمہوریت پر ڈاکہ مارنے کے جواز کو محکم بنانے کے لئے شریف الدین پیرزادہ، عزیز اے منشی اور دیگر قانونی مشیروں کی مدد حاصل کی گئی۔ ملک کے اندر بی بی سی لندن کے تجزیہ کے مطابق واحد حزب اختلاف صرف اور صرف خاتون اول اسلامی جمہوریہ پاکستان محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف ہیں جن کی جرأت مند شخصیت ابھر کر سامنے آئی۔ انہوں نے عزم، حوصلے اور تسلسل کے ساتھ آمریت کو للکارا اور سازشی عناصر کے کردار کو بے نقاب کیا۔ مجلس تحفظ پاکستان کے تاریخی اور اہم اجلاسوں میں محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف کے بصیرت افروز خطاب کو سننے کے لئے ملک کے کونے کونے سے نظریاتی اور اصولی سیاست کے حامی اور سرگرم سیاسی کارکن اور مسلم لیگی رہنما ماڈل ٹاؤن میں میاں محمد نواز شریف کے گھر میں جمع ہونا شروع ہوئے۔

محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف نے لوگوں پر صورتحال کی سنگینی کو رفتہ رفتہ اجاگر کیا اور سیاسی حلقوں کو یہ باور کرایا کہ پاک فوج نہیں صرف مٹھی بھر سازشی اور اقتدار کے رسیا عناصر نے جمہوریت اور آئینی نظام کا خاتمہ کیا ہے۔ 18 جون 2000ء کو انہوں نے جو خطاب کیا، وہ اس پرآشوب دور میں یقیناً آمریت پر پہلا پتھر ثابت ہوا۔ اس کے بعد قافلہ چلتا رہا اور آہستہ آہستہ کارواں بنتا چلا گیا۔

محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف نے قائداعظم محمد علی جناح اور اقبال کے خطے پاکستان کو دولخت کرنے کی سازش سے لے کر دوسری مرتبہ بنگال کی طرح اکثریتی صوبہ پنجاب پر فوج کشی کے حوالے سے حقیقی صورتحال لوگوں پر واضح کی۔ ان کا یہ خطاب یقیناً آنے والی اسمبلی کے لئے ایک اچھا روڈ میپ ثابت ہوسکتا ہے۔ محترمہ کے اس خطاب کے بعد ہر تقریر ایک نیا تذکرہ حقیقت قرار پاتی ہے۔ ہر ایک خطاب دکھی دل کی پکار ہی نہیں، اجتماعی قومی ضمیر کی اذان حق بھی ہے جو سیاست کے قبرستان میں دی گئی ہے۔

وائس آف امریکہ کے مطابق: محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف نے خود کو امریکہ کی مایہ ناز خاتون اول مسز ہیلری کلنٹن کی طرح ایک سرکردہ دانشور خاتون ثابت کر دکھایا ہے۔ انہوں

نے پاکستان کی سیاست میں خود کو ایک ماہر مدبر اور عالمی ہوش و بصیرت رکھنے والی عظیم خاتون قومی رہنما کے طور پر محض چند ماہ کے اندر ابھارا۔ امریکی سفارتی حلقے ہی نہیں برطانوی دولت مشترکہ، یورپ، سارک ممالک اور جمہوری ملکوں کی عالمی پارلیمانی برادری نے پاکستان میں محترمہ کلثوم نواز شریف کو فوجی حکومت اور خود ساختہ حکمران جنرل پرویز مشرف کے خلاف قومی حزب مخالف کا کردار تن تنہا ادا کرنے والی بہادر خاتون قرار دیا۔ محترمہ بیگم کلثوم نواز شریف نے اپنی صاف گوئی، لہجے کی بے باکی اور تاثر کے لحاظ سے انتہائی منفرد طرز خطابت سے پاکستانی قوم کے دلوں کو گرما دیا اور انہیں اپنے پامال حقوق چھیننے کے لئے جدوجہد کرنے کی غرض سے سڑکوں پر نکل آنے کی ترغیب دی۔ محترمہ کی سادہ اور شستہ اردو اور محتاط تلفظ پاکستانی سیاست میں خواتین کے حوالے سے بالکل منفرد حقائق ہیں۔ جمہوریت کی بحالی کی تحریک ملک بھر میں صرف اور صرف بیگم کلثوم نواز شریف کی جرأت مندی اور حق گوئی کی وجہ سے سرگرم و منظم ہو سکی ہے کیونکہ ان کے عزم نے لوگوں کو حوصلہ دیا۔

1

جمہوریت کے قتل کی سنگین رات

ایک عجیب سی بے کلی، انجانے اضطراب اور سمجھ میں نہ آنے والی بے سکونی کے باعث پریشان کن اندیشوں اور خدشات نے دل ودماغ کو گھیر رکھا تھا اور شاید آنے والے عجیب لمحات نے اپنے سیاہ پروں کو پھیلانا شروع کر دیا تھا۔ 11 اکتوبر کی صبح 8 بجے میاں نواز شریف اسلام آباد جانے کے لئے گھر سے نکلے تو جانے کیوں میں انہیں خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ یوں گھر سے جانا تو ان کا معمول تھا۔ میں بظاہر ان کو رخصت کرنے کے لئے دروازے پر کھڑی تھی لیکن میرے دل ودماغ پر وسوسوں کا قبضہ تھا، میں دیکھ رہی تھی کہ میاں نواز شریف قرآن پاک کے نسخے کے نیچے سے گزر کر جا رہے ہیں جو میں نے دروازے کے اوپر اس لئے رکھا ہوا تھا کہ گھر سے نکلنے والا ہر فرد کلام اللہ کے سائے میں سے گزر کر جائے اور آج یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ اس اچانک خیال نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ ہاں یہ کیسا عجیب خیال تھا کہ جب کوئی انسان اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ پھر

دوبارہ کب اور کتنی مدت کے بعد ملے گا؟ اس خیال نے میری روح تک کو لرزا کے رکھ دیا۔ میں نے زور سے سر جھٹک کر اس پریشان کن خیال سے دامن چھڑایا، اسی اثناء میں میاں نواز شریف خدا حافظ کہہ کر روانہ ہو چکے تھے۔ مجھے یہ خیال کیوں آیا؟ اس وقت اس کی کوئی توجیہہ نہ کر سکی تھی اور اب سوچتی ہوں شاید میرے رب نے آنے والے جانکسل لمحات سے مجھے خبردار کر دیا تھا اور اگلے ہی روز یہ تمام وسوسے، اندیشے اور خدشات ایک بھیانک حقیقت بن کر سامنے آ گئے۔

12 اکتوبر 1999ء کی شام تک وقت کے بے کیف لمحات ایک ایک کر کے گزرتے رہے، ٹیلی ویژن پر شام کے وقت خبریں سن رہی تھی کہ اچانک نیوز ریڈر کی تصویر غائب ہو گئی اور مجھے احساس ہوا کہ شاید کوئی گڑبڑ ہے۔ میں نے فوراً اسلام آباد وزیراعظم ہاؤس فون کیا، آپریٹر نے میری آواز پہچان کر کہا اچھا ابھی ملاتا ہوں لیکن کچھ دیر بعد نواز شریف صاحب نے خود مجھے فون کیا اور کہا گھبرانے کی کوئی بات نہیں، تاہم اصل صورتحال یہ ہے کہ یہاں (وزیراعظم ہاؤس میں) آرمی آ گئی ہے اور اس نے Take Over (قبضہ) کر لیا ہے۔ میں نے بے تاب ہو کر پوچھا: آپ اس وقت کہاں اور کس حال میں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ابھی تو میں یہیں (وزیراعظم ہاؤس میں) ہوں اور وہ لوگ (آرمی آفیسرز) چاہتے ہیں کہ میں استعفیٰ دے دوں لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا، میرا ان سے دوسرا سوال یہ تھا کہ شہباز بھائی اور بیٹا حسین کہاں ہیں؟ میاں صاحب نے جواب دیا کہ وہ دونوں میرے پاس ہی ہیں۔

پھر حسین نے مجھ سے بات کی۔ میرا بیٹا حسین مجھے سنگینوں کے سائے تلے بیٹھ کر حوصلہ دے رہا تھا:

"امی! کوئی بات نہیں ایسا وقت بھی آ جاتا ہے۔ الحمدللہ! ہم لوگوں نے کوئی ایسا غلط کام نہیں کیا جس پر آپ کو یا ہمیں کوئی پشیمانی یا ندامت ہو لہٰذا آپ حوصلہ بلند رکھیں"۔

حسین نے مزید بتایا کہ یہاں پرائم منسٹر ہاؤس میں آرمی آفیسرز بیٹھے ہوئے ہیں اور

ابو سے کچھ بات کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بیس پچیس SSG کے کمانڈو جو چراٹ سے لائے گئے ہیں، اپنے ہاتھوں میں جدید قسم کی گنیں اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ گنیں مجھے کلاشنکوف سے ملتی جلتی لگتی ہیں اور یہ لوگ گنز کو کاک کر کے اور سیفٹی کیچ کو فائرنگ پوزیشن میں لگا کر کسی سینئر بندے کے حکم کے منتظر، ہمیں ٹارگٹ بنا کر کھڑے ہیں اور ہم تین نہتے افراد ابو، چچا شہباز اور میں ان کی گولیوں کی زد میں ہیں۔ اس دوران ابو نے ان فوجیوں سے پوچھا: کیا تم ہمیں مارنا چاہتے ہو؟ لیکن وہ خاموشی سے فائرنگ کی پوزیشن میں کھڑے رہے۔ پھر ابو نے فوجی افسروں سے کہا کہ ان اسلحہ برداروں کو باہر بھیجو تو میں تم سے بات کروں گا جس پر ان فوجیوں کو کمرے کے دروازے کے باہر کھڑا کر دیا گیا، لیکن جنرل محمود اندر ہی بیٹھے رہے اور مسلسل بضد رہے کہ آپ (نواز شریف) استعفیٰ دیں۔ پھر حسین نے اچانک پوچھا کہ وہاں (ماڈل ٹاؤن رہائش گاہ) تو آرمی نہیں آئی، جس پر میں نے کہا: ''ابھی تک تو کوئی نظر نہیں آیا'' اور پھر حسین سے ٹیلی فون چھین لیا گیا۔ حسین سے ہونے والی اس گفتگو کے بعد مانسہرہ سے کیپٹن صفدر کا فون آیا کہ میں تقریباً عصر کی نماز کے بعد سے مسلسل پرائم منسٹر ہاؤس بات کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر وہاں سے کوئی ٹیلی فون نہیں اٹھا رہا۔ صفدر نے مجھے بتایا کہ اس وقت میرے پاس کینسر کا ایک مریض لوگ چارپائی پر اٹھا کر لائے ہوئے ہیں اور یہ نوری ہسپتال راولپنڈی میں پرائم منسٹر کے خصوصی فنڈ سے اس کا علاج کروانا چاہتے ہیں مگر میرا رابطہ وزیراعظم ہاؤس اسلام آباد سے نہیں ہو رہا۔ جب میں نے صفدر کو پوری صورتحال سے آگاہ کیا کہ وزیراعظم نواز شریف نے چیف آف آرمی سٹاف کو ریٹائرڈ کر دیا ہے جس کے ری ایکشن میں فوج نے وزیراعظم ہاؤس کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو صفدر نے بتایا کہ ٹیلی فون کا رابطہ تو تقریباً چار بجے سے کٹا ہوا ہے۔ ابھی ہماری بات ہو ہی رہی تھی کہ ماڈل ٹاؤن کے ٹیلی فون بھی کٹ گئے۔ ہماری رہائش گاہ پر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ یوں لگا کہ جیسے مسلح افراد نے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہمارے اوپر حملہ کر دیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ رہائش گاہ کے پہلے حصے میں فوجی دندناتے ہوئے

داخل ہوئے۔ انہوں نے بالکل وحشیانہ انداز میں بڑی بدتمیزی کے ساتھ ٹھڈے مار مار کر دروازے کھولے، ملازمین کو بری طرح زدوکوب کیا اور مار مار کر انہیں گھر سے باہر نکال دیا۔ حملہ آور اس فوجی دستے کو گھر کے ہر فرد کے کمرے کا پتہ تھا اور یہ اپنی گنز کے ساتھ ہر کمرے کے سامنے کھڑے ہو گئے اور باقاعدہ گھر کے ہر فرد کا نام پکار کر پوچھتے رہے کہ فلاں کہاں ہے؟ میں حیران تھی کہ جن لوگوں نے کبھی ماڈل ٹاؤن والے گھر کو دیکھا بھی نہیں تھا جب وہ حملہ آور ہوئے تو وہ گھر کے محل وقوع سے کتنے آشنا تھے۔ جس دستے نے ہمارے گھر پر حملہ کیا اس کے جوان اس قدر بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے کہ انہوں نے سب سے پہلے گھر کے تمام فریج کھولے، جو کچھ ملا کھا لیا، بچوں کا دودھ تک پی لیا اور بعض لوگوں نے کچھ انڈے بھی توڑ کر پی لئے۔ جب ہم نے کہا کہ یہ کیا تماشا ہے تو ایک سادہ دل فوجی نے کہا ہمیں اس چیز کا افسوس ہے کہ ہم آپ کے گھر کی چیزیں کھا گئے ہیں، مگر اس نے کہا باجی! ہم صبح ناشتے کے بعد پریڈ گراؤنڈ میں سٹینڈ ٹو تھے اور وہیں سے ہم یہاں تک آ گئے۔ ایمرجنسی کی صورت میں ہم دوپہر کا کھانا نہیں کھا سکے۔ جو ملازم بچے رہائش گاہ کے پچھلے حصے میں ہمارے ساتھ موجود تھے، انہیں میں نے اپنے ساتھ ہی روک لیا اور دروازوں کو کنڈیاں لگوا دیں جس پر فوجیوں نے رہائش گاہ کے اس حصے کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان میں سے ایک آفیسر نے بلند آواز میں حکم جاری کیا:

"کوئی شخص اندر سے باہر نہیں نکلے گا"۔

ہم اپنے ہی گھر میں قید ہو کر رہ گئے تھے۔ اپنا گھر جہاں سکون اور عافیت کا احساس ملتا ہے، ہمارے لئے زندان میں تبدیل ہو چکا تھا۔ ایک ایسی قید جس کی کوئی مدت مقرر نہیں تھی، مجھے اپنے سے زیادہ اپنی والدہ کی فکر لاحق تھی جو سخت علیل تھیں۔ میرے والد کی وفات کو ایک ماہ کا عرصہ نہیں ہوا تھا۔ ان کی وفات اور بیماری نے میری والدہ کو پہلے ہی نڈھال کر رکھا تھا۔ اوپر سے اس قیامت صغریٰ سے دوچار ہونا پڑ گیا اور اس صدمے سے ان کی طبیعت اور زیادہ بگڑ گئی۔

میری علیل والدہ اور چھوٹی بیٹی اسماء کے علاوہ میری بڑی بہن بھی میرے ساتھ محبوس ہوکر رہ گئیں۔ ہم مختلف ٹی وی سٹیشن لگا کر باہر کا حال معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا اور میری والدہ کی طبیعت تیزی سے بگڑ رہی تھی۔ ان کی تشویشناک حالت کے پیش نظر میں نے فیصلہ کیا کہ والدہ کو صبح ہوتے ہی بڑی بہن کے گھر شفٹ کر دوں گی جو ڈاکٹر ہیں اور ان کے شوہر بھی ڈاکٹر ہیں۔

چنانچہ 13 اکتوبر 1999ء کی صبح میں عقبی رہائش گاہ کے حصے سے باہر آئی اور فوجیوں سے کہا کہ اپنے آفیسر کو بلاؤ جس پر وہ ایک خودسر میجر کو بلا کر لائے، میں نے اس سر پھرے میجر کو اپنے گھر کے تمام حالات سے آگاہ کیا اور کہا کہ اس وقت ہمارے پاس کوئی مرد نہیں ہے اور میری والدہ سخت علیل ہیں اس لئے میری والدہ اور میری ہمشیرہ کو آپ ان کے اپنے گھر جانے دیں لیکن اس نے ڈھٹائی کے ساتھ انکار کر دیا، اس نے بڑی رعونت سے کہا "میں انہیں نہیں جانے دوں گا"۔

اس کے رویہ سے ظاہر ہو گیا تھا کہ اس سے مزید کوئی بات کرنا بے کار ہے۔ چنانچہ اس لمحے میں نے ایک فیصلہ کیا، جسے شاید ماں کی محبت سے مغلوب ہو کر جذباتی فیصلے کا نام دیا جا سکتا ہے لیکن میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں نے اپنے ڈرائیور سے کہا کہ گاڑی نکالو اور پھر میجر سے کہا:

"نہ صرف یہ (امی اور بڑی بہن) جائیں گی، بلکہ میں بھی جاؤں گی۔ میں اپنی بیٹی کے ساتھ اکیلی نہیں رہ سکتی، میں اپنے ساس اور سسر (میاں محمد شریف صاحب) کے پاس رائیونڈ جاؤں گی کیونکہ وہ وہاں اکیلے ہیں"۔

میجر نے کہا آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے میجر سے کہا تم روک سکتے ہو تو روک لو، گولیاں چلانا چاہتے ہو تو شوق پورا کر لو۔ مجھے یقین تھا کہ ایک طرف تو میجر حکم کا پابند ہے وہ بھی کسی ماں کا بیٹا ہے، اس کے گھر میں بھی بہنیں ہیں اور اس کی بھی تربیت کسی اچھی گود نے کی ہوگی۔ حالات جیسے ہی کیوں نہ ہوں، یہ میجر آخر مسلمان

ہے اور اس کے دل میں ہمارے لئے کچھ رحم ضرور ہوگا۔ اور دوسری طرف میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اگر یزید کے دربار میں وہ جنت کی مالک پاک ہستیاں بے آسرا ہو کر آواز حق بلند کر سکتی ہیں تو آج کیوں نہ ہم ان کی سنت کو زندہ کر لیں۔ جو بھی ہو اس کا خندہ پیشانی سے سامنا کرنا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ ملک میں اس دفعہ جو مارشل لاء لگا ہے یہ تاریخ کا آخری مارشل لاء ہوگا۔

میں نے اپنے اور بیٹی کے کپڑے اور چند ضروری چیزیں گاڑی میں رکھوائیں اور دو ملازموں کے ساتھ ہم سب گاڑی میں بیٹھ گئے۔ جب کہ میری بڑی بہن والدہ کے ساتھ پیچھے اپنی گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ پھر میں نے میجر سے کہا "میں جا رہی ہوں" گاڑی چل پڑی اور میجر خاموشی سے دیکھتا رہا۔ اسے گیٹ بند کرانے کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر ہم ماڈل ٹاؤن کی رہائش گاہ سے نکل آئے اور بڑی بہن والدہ کو لے کر اپنے گھر چلی گئیں اور میں رائیونڈ فارم پہنچ گئی۔

یہاں پہنچنے پر مجھے احساس ہوا کہ شاید میں کسی میدان جنگ میں آ گئی ہوں۔ سامنے دشمن کا علاقہ ہے اور دفاع میں اپنی فوج بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے رائیونڈ پہنچ کر پہلی دفعہ انٹی ٹینک ویپن پرانی جیپوں پر لادے ہوئے دیکھے۔ طیارہ شکن گنز کو گشت کرتے ہوئے دیکھا۔ ایسا لگا کہ لاہور کور کا پورا اسلحہ رائیونڈ فارم پر جمع کر دیا گیا ہے۔ میں نے سوچا شاید آگے چل کر گھر کے اندر چند ٹینک بھی نظر آئیں۔ جب گیٹ پر پہنچی تو میرا واسطہ ایک میجر، جس کا نام بابر تھا، سے پڑا۔

میجر بابر نے مجھ سے دریافت کیا: "کیا آپ مسز نواز شریف ہیں؟" میرا اثبات میں جواب ملنے پر اس نے ٹیلی فون پر کسی کو اطلاع دی کہ "وہ یہاں پہنچ گئی ہیں" گھر میں داخل ہوئی تو ایک نہایت رقت آمیز منظر سامنے تھا۔ ہر فرد کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں، جو آنسو رکے ہوئے تھے، طوفان بن کر ابل پڑے، اس کے بعد کئی دن یہاں ایسے ہی گزر گئے نہ کسی کو کھانے کی پروا تھی نہ سونے کی خواہش، بس دن رات اپنے رب کے حضور سجدہ ریز

رہتے تھے۔ جب کچھ ہوش آیا تو پتہ چلا کہ تمام ٹیلی فون کاٹ دیئے گئے ہیں، بچوں کو سکول بھی نہیں جانے دیا گیا تھا۔ سخت پابندیاں لگا دی گئیں۔ حتیٰ کہ کمروں سے باہر نکلنے پر بھی پابندی لگا دی گئی اور کہا گیا کہ دروازوں اور کھڑکیوں کے پردے تک اٹھا دیئے جائیں۔ ہمارے گھر کے ایک بڑے کمرے پر فوجیوں نے قبضہ کیا ہوا تھا۔

رائیونڈ فارم کے بارے میں عجیب و غریب کہانیاں مشہور کی گئی ہیں، لیکن یہاں آنے والے ہزاروں افراد جانتے ہیں کہ یہ زرعی فارم ہے جس کے ایک حصے میں چار دیواری کے اندر چند الگ الگ مکانات بنے ہوئے ہیں۔ یہ ہرگز کوئی محل نہیں ہے۔ یہاں فارم میں جو گھر مجھے رہائش کے لئے ملا ہے اس کے مقابلے میں تعمیراتی تزئین و آرائش کے حوالے سے میرا ماڈل ٹاؤن والا گھر کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔ ان دنوں ہم سب فارم کے ایک ہی مکان میں تھے اور ساتھ والے مکان کی چھت سے دوربینوں کے ذریعہ مسلسل دن رات ہماری نگرانی کی جاتی تھی اور بار بار لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ یہ پیغام دیا جاتا کہ دروازوں کے پردے ہٹا دیئے جائیں۔

لیکن میں نے ان پر واضح کر دیا تھا کہ یہ ہمارے بیڈ رومز ہیں اور یہاں کے پردے ہرگز نہیں ہٹائے جائیں گے۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ جب وہ زیادہ تنگ کرتے تو میں غصہ سے باہر نکل آتی اور وہ لوگ بھاگ جایا کرتے تھے۔ پھر یہی فوجی دوسرے گھروں کی چابیوں کا مطالبہ کرنے لگے، لیکن میں نے انہیں صاف صاف کہہ دیا کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ پھر انہوں نے بیچ میں ایک خالی گھر میں جو مہمان خانے کے طور پر استعمال ہوتا تھا، قبضہ کر کے اپنا ساز و سامان رکھ لیا۔ یہ محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً "چپے چپے" پر یعنی ہر قدم کے فاصلے پر جدید قسم کی گنیں لئے فوجی تعینات تھے۔ گھر کی چار دیواری کے اندر بھی جدید ترین طیارہ شکن اسلحہ کی نمائش دکھائی دے رہی تھی۔

ہمارے گھر کے اندر ایک بڑا سا برآمدہ ہے جہاں باجماعت نماز ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اذان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی تو ایک فوجی جلدی جلدی وضو کر کے جماعت میں شامل ہو

گیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو میجر بابر نے اس کی سخت تذلیل کی کہ تم ڈیوٹی چھوڑ کر نماز کیلئے کیوں گئے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ایسے فوجی افسروں کو نیک ہدایت دے۔ (آمین)

ایسا ہی ایک اور تکلیف دہ واقعہ ہے۔ جو فوجی ہمارے گھر کے دروازے کے باہر ڈیوٹی دیا کرتے تھے، ان کا یہ معمول تھا کہ دن رات اونچی آواز میں پنجابی گانے لگائے رکھتے تھے جو ہمیں پریشان کرنے کے لئے بھی تھا اور شاید اس پروپیگنڈہ کا حصہ بھی کہ یہاں ہیریں گائی جاتی ہیں اور بڑے ڈھول ڈھمکے ہوتے ہیں جبکہ اس گھرانے میں ان چیزوں سے پرہیز کیا جاتا رہا ہے بلکہ یہاں تو شادیوں پر بھی اس قسم کی روایتی بیہودگیاں نہیں ہوتیں۔ اور جب کبھی ان فوجیوں سے گانوں کی ریکارڈنگ بند کرنے کے لئے کہا جاتا تو وہ ہمیں پریشان کرنے کے لئے اس کی آواز اور زیادہ تیز کر دیتے۔ شاید وہ ہمارے صبر کا امتحان لے رہے تھے یا شاید وہ ہمیں اعصابی تناؤ کا شکار کرنا چاہتے تھے۔

ذہنی کرب اور اذیت کے یہ وہ لمحات تھے جب بے بسی اور بیچارگی کا احساس سوہان روح بن کر رہ گیا تھا۔ اس انتہائی پریشانی کے عالم میں ایک ہی سہارا تھا اور وہ آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی رحمت ہے اور یہ اسی کا احسان اور فضل ہے کہ جس نے مشکل سے مشکل حالات میں کبھی مایوس نہیں ہونے دیا۔ گھر کا ہر فرد اپنا وقت ذکر اور استغفار میں گزارتا اور میرے سسر اور ساس کا تو یہ عالم تھا کہ ہر لمحہ جائے نماز پر ہی گزرتا تھا۔

اور پھر اس صورتحال سے بچے الگ سہمے رہتے۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ ساڑھے تین سالہ زکریا جو اپنے باپ (حسین) سے بہت زیادہ مانوس ہے، یہاں تک کہ وہ رات کو اپنے باپ کے پاس ہی سوتا تھا، ہر وقت ڈیڈی ڈیڈی پکارتا رہتا، ادھر ادھر پھرتا رہتا۔ مختلف کمروں میں اپنے ڈیڈی کو تلاش کرتا اور ناکام ہونے پر رونے لگتا۔ یہ کیسا کرب والم کا عالم تھا کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر آنسو نکل آیا کرتے، اپنی اور بچوں کی پریشانی کے ساتھ یہ فکر بھی لاحق رہتی کہ نجانے نواز شریف

صاحب، شہباز بھائی اور بیٹے حسین نواز کے علاوہ ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو۔ میں بیٹی مریم اور اسماء کی طرف دیکھتی تو ان دونوں کی نگاہوں میں باپ کے لئے تشویش کے سائے نظر آتے، ان کی آنکھوں سے برسنے والے آنسوؤں میں ایک ہی سوال ہوتا، ابو کیسے ہوں گے؟

پھر وہ لمحہ آ گیا جب مجھے کچھ فیصلے کرنے پڑے، اپنی ساس، سسر، بیٹیوں اور چھوٹے بچوں کی حالت زار دیکھ کر مجھے فیصلہ کرنا پڑا کہ اب رونے دھونے کی بجائے عمل کا وقت آ گیا ہے۔ یہ میری اپنی ذات کا معاملہ بھی تھا کہ میرے شوہر، بیٹے، دیور اور ان کے ساتھیوں کی زندگیاں داؤ پر لگی تھیں اور یہ میرے وطن عزیز کا مسئلہ بھی تھا، جسے چند طالع آزما جرنیلوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ یہ عمل کی جانب پہلا قدم تھا، جب خود ساختہ حکومت نے اپنی کیبنٹ کا اعلان کیا اور اپنے اردگرد جن لوگوں کو اکٹھا کیا تو میں اچھی طرح جان گئی تھی کہ یہ لوگ دین اور پاکستان کے لئے خطرہ ہیں۔ اور مجھے یہ بھی فکر تھی کہ جو لوگ پچھلے پچاس سال سے اس ملک پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، اس دفعہ وہ پاک فوج کو اپنے ناپاک ارادوں کے لئے استعمال کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ دراصل یہ فوجی انقلاب نہیں ہے، یہ تو منتخب جمہوری حکومت کو ملک میں قرآن وسنت کے قانون کو لاگو کرنے سے باز رکھنے کے لئے اس کی راہ میں ہنود و یہود کی ایک رکاوٹ ہے۔

ایک دن میں نے پرویز مشرف کو خط لکھا: ''ٹھیک ہے تم نے (Take Over) (قبضہ) کر لیا ہے مگر کم از کم میرے شوہر اور میرے بیٹے سے تو میری بات کرا دو، لیکن اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ دو دن کے بعد پھر میں نے پرویز مشرف کو ایک اور خط لکھا۔ اس طرح میں نے دس خط لکھے، لیکن کسی کا جواب نہ دیا گیا۔ پھر ایک دن میں نے فوجیوں کو بلا کر پوچھا کہ تم میرے خط پرویز مشرف کو پہنچاتے بھی ہو یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کا ہر خط دو گھنٹے بعد جنرل پرویز مشرف تک پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ ہم یہاں سے خود فیکس کرتے ہیں۔ ان فوجیوں میں ایسے بھی تھے جن کی آنکھوں میں ہمارے لئے احترام اور دلوں میں

ہمدردیاں تھیں، لیکن ان کی یہ ہمدردیاں ہمارے کسی کام کی نہیں تھیں۔

قدرت کو یہ منظور تھا کہ عملی جدوجہد کا دائرہ پھیلتا چلا جائے۔ اس جدوجہد میں ہمیں سب سے پہلے جو بیرونی مدد ملی، وہ جامعات کی پندرہ سے اٹھارہ سال عمر تک کی بچیاں تھیں۔ وہ ہمارے پاس آنے کے لئے رائیونڈ فارم کے بیرونی گیٹ تک آئیں، لیکن انہیں اندر آنے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ باپردہ اور صوم صلوٰۃ کی پابند یہ بچیاں ہر روز گیٹ سے واپس لوٹا دی جاتیں۔ ہمیں اس صورتحال کی کچھ خبر نہیں تھی۔ ایک دن ان بچیوں نے جرأت مندانہ فیصلہ کیا۔ وہ گیٹ کے باہر بیٹھ گئیں۔ انہوں نے تمام نمازیں گیٹ کے آگے روڈ پر ادا کیں اور اجتماعی دعا کی، اپنے اللہ سے استقامت اور حوصلے کی دعا کی۔ پھر انہوں نے جدید اسلحہ سے لیس فوجیوں کے سامنے اعلان کیا:

"آج ہم اندر ضرور جائیں گی اگر تم لوگوں نے ہمارے اوپر گولیاں چلانی ہیں تو چلاؤ، آج ہماری لاشیں تو گر سکتی ہیں مگر تم ہمیں اندر جانے سے نہیں روک سکتے"۔

بالآخر ان بچیوں کے فولادی عزم کے سامنے فوجیوں کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور 16 اکتوبر کو یہ بچیاں ہمارے قید خانے (رہائش گاہ) تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئیں۔ پھر ان کا یہ معمول بن گیا۔ وہ آتیں، دن بھر تلاوت، ذکر الٰہی کرتیں اور شام کو واپس چلی جاتیں، ان کے علاوہ کسی اور کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔

فوجیوں نے صرف ہمیں ہی تنگ اور پریشان نہیں کیا بلکہ انسانی ہمدردی کے تمام اصولوں کو بھی پامال کر دیا۔ انہوں نے شریف ہسپتال کے مریضوں پر بھی رحم نہ کیا۔ ان کے کسی ملاقاتی کو اندر آنے کی اجازت نہ دی گئی اور نہ ہی مریضوں کو کھانا پہنچانے کی اجازت دی جس سے پریشان ہو کر چند دنوں میں ہی مریض علاج کرائے بغیر ہسپتال سے رخصت ہو گئے۔ ہسپتال کے ڈاکٹروں کو بھی مختلف حربوں سے تنگ کیا جاتا رہا اور دیگر ملازمین کو بھی یہاں سے بھگا دیا گیا۔

اسی دوران دو مرتبہ بی بی سی اور سی این این کے افراد رائیونڈ فارم پر ہماری رہائش گاہ کی

فلمیں بنانے کے لئے آئے تو یہاں تعینات فوجیوں کو سادہ کپڑے پہنا دیئے گئے اور فوجیوں سے کہا کہ انہیں فوری طور پر کچھ کھلایا جائے ورنہ کچھ بھی ہوسکتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ باہر جاکر بحثیت ڈاکٹر ذمہ دار افراد کے خلاف ایکشن لیں گے۔

بہر حال ڈاکٹر نے مجھے کوئی دوائی وغیرہ دی جس کی وجہ سے میں ہوش میں آ گئی۔ فوجیوں نے اصرار کیا کہ میں کچھ کھالوں لیکن میرا فیصلہ تھا کہ جب تک میاں صاحب سے میری بات نہیں کرائی جاتی میں کچھ نہیں کھاؤں گی، چاہے میری جان ہی چلی جائے۔ میں اپنے موقف پر ڈٹی رہی۔ چنانچہ اسی رات تقریباً 8 بجے میاں صاحب سے میری چند منٹ کے لئے فون پر بات کرائی گئی۔

وہ عزم و ہمت کے پہاڑ بنے مجھے حوصلہ دیتے رہے، ادھر ایک مدت کے بعد ان کی آواز سن کر میرا یہ عالم تھا کہ آنسو بہتے رہے، میں کچھ کہنا چاہتی تھی، زبان ساتھ نہ دے سکی۔ پس میں ان کی آواز سنتی رہی اور چند بار یہی کہہ سکی ''آپ ٹھیک ہیں، آپ ٹھیک ہیں'' اس کے بعد جواب میں میاں صاحب نے یہی کہا: فکر نہ کرو میں ٹھیک ہوں لیکن ان کی آواز سے پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ یہ تو بعد میں پتہ چلا کہ انہیں ایک چھوٹی سی اندھیری کوٹھری میں رکھا گیا تھا، جہاں نہ دن کا پتا چلتا تھا نہ رات کا۔ وہ باہر کی دنیا سے بالکل کٹے ہوئے تھے۔ انہیں اخبار نہیں ملتا تھا اس کے علاوہ انہیں یہ بھی فکر تھی کہ نجانے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ یہ 12 اکتوبر 1999ء کی شام کے بعد ان کا مجھ سے پہلا رابطہ تھا، لیکن چند ہی منٹ بعد لائن کٹ گئی۔

اس کے بعد فوجیوں نے اصرار کیا کہ میں کچھ کھالوں، لیکن میں اپنے موقف پر ڈٹی رہی کہ جب تک میرے بیٹے حسین سے بات نہیں کرائی جائے گی، میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گی۔ پھر اگلے روز میری چند منٹ کے لئے حسین سے بات کرا دی گئی۔ اس کے بعد میں نے تھوڑا بہت کھانا شروع کر دیا۔

انہی ایام اسیری میں میرے والد کا چالیسواں تھا۔ آخر وقت تک فوجیوں کی کوشش رہی

کہ میں چالیسویں میں شرکت نہ کرسکوں۔ چالیسویں کے روز میں گاڑی میں بیٹھ کر گیٹ پر پہنچی، لیکن فوجیوں نے نہ تو گیٹ کھولا اور نہ ہی کوئی میری بات سن رہا تھا۔ آخر مجبور ہو کر میں نے ان سے کہا:

''اگر تم گاڑی کے لئے گیٹ نہیں کھولنا چاہتے تو نہ کھولو، میں پیدل ہی چلی جاؤں گی اور اگر تم میرے پیچھے سے گولیاں چلانا چاہو تو چلا دینا۔ جب تک دم میں دم ہے یہ قدم نہیں رکیں گے''۔ یہ کہہ کر میں پیدل چل پڑی۔

اندرونی گیٹ سے نہر تک تقریباً ایک کلومیٹر فاصلہ پیدل طے کیا۔ جب میں نہر پر پہنچی تو کیا دیکھتی ہوں کہ میری گاڑی آ گئی۔ ان فوجیوں نے یقیناً اپنے اعلیٰ حکام کو میرے اس اقدام کی خبر دی ہوگی۔ اگر اس روز میں رائیونڈ فارم سے گارڈن ٹاؤن تک (والد کی رہائش گاہ) تقریباً 25 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر لیتی تو راستے میں آنے والی آبادیوں کا ایک بڑا ہجوم میرے ساتھ ہو جاتا۔ فوجی افسروں نے میرے اس اقدام کے نتائج کا اندازہ کر لیا تھا اور پھر مجھے گاڑی کے ذریعہ جانے کی اجازت دے دی گئی۔ میں اپنی گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئی تو میری گاڑی کے آگے اور پیچھے پانچ پانچ فوجی گاڑیاں تھیں۔ میں اپنی والدہ کے گھر پہنچی تو دیکھا کہ وہاں گھر والوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت سے لوگ آئے تھے، لیکن میرے وہاں پہنچنے سے پہلے سب کو نکال دیا گیا اور بعض خواتین کو تو اتنی بدتمیزی سے نکالا گیا کہ ان کے ہاتھوں سے سپارے تک چھین لئے گئے اور باقاعدہ دھکے دے کر باہر نکالا گیا۔ جاتے وقت مجھ سے کہا گیا کہ آپ صرف دو تین گھنٹے وہاں رہ سکتی ہیں مگر پندرہ منٹ کے بعد ہی مجھ سے کہا گیا: بس اب واپس چلیں، لہٰذا مجبور ہو کر مجھے واپس آنا پڑا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات کا نقشہ ترتیب پا رہا تھا۔ غم کی راہیں از خود متعین ہو رہی تھیں۔ ہاتھ میں اٹھے ہوئے قلم نے قرطاس پر چلنا شروع کیا تو اس پر ابھرنے والی تحریر لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے نام خط کی صورت اختیار کر گئی۔

لیکن مشکل یہ تھی کہ یہاں سے کوئی چیز باہر نہیں جا سکتی تھی۔ تاہم کسی نہ کسی طریقے سے یہ خط اس زندان خانہ (رہائش گاہ) سے باہر پہنچا اور چیف جسٹس کو ارسال کر دیا گیا۔ ایک ایک کر کے دن گزرتے گئے مگر کوئی جواب نہ ملا۔ پھر میں نے ایک اور خط لکھا جسے چیف جسٹس کو ارسال کرنے کے علاوہ اس کی کاپیاں اخبارات کو بھی بھجوا دی گئیں۔ ان خطوط میں، میں نے اپنی روداد لکھی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے اس سے پہلے کسی عدالت سے رجوع نہیں کیا اور یہ کہ میں عدالت کے طریقہ کار اور آداب واجبی سے واقف نہیں ہوں۔ میرے گھر سے نکلنے پر پابندی ہے اس لئے ان حالات میں میرے اس خط کو کورٹ پٹیشن سمجھا جائے۔

عدالت نے اس خط کا جواب دیا اور دس دن بعد کی تاریخ پڑی۔ اس کے بعد سترہ دن کی تاریخ پڑی۔ پھر ایک دن بریگیڈئر یوسف آئے اور انہوں نے کہا کہ کل سے آپ آزاد ہیں، ہم نے خواتین پر سے پابندی اٹھا لی ہے۔ گویہ پابندی اٹھا لی گئی تھی مگر باہر سے کسی کو اندر نہیں آنے دیا جا رہا تھا۔ حتی کہ جو ملازم سودا سلف لینے جاتے انہیں بھی گھنٹوں باہر روکتے اور پوچھ گچھ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ سودا وغیرہ لینے کے لئے جو ملازمین باہر جاتے فوجی ان کے ساتھ جاتے اور وہ اسے پابند کرتے کہ سودے کے سوا کوئی اور بات نہیں کی جائے گی۔

پھر میں جب کہیں باہر جاتی تو فوجی گاڑیاں میرے پیچھے ہوا کرتیں۔ خاص طور پر دو جیپوں اور ایک سفید رنگ کی گاڑی میں سوار یہ افراد رائیونڈ میں بھی ہماری نگرانی کیا کرتے اور سائے کی طرح میرے ساتھ رہتے۔ میں جہاں بھی جاتی، جن لوگوں سے ملتی ان کی شامت آجاتی، انہیں پریشان کیا جاتا کہ وہ ہمیں کب سے جانتے ہیں، کیا رشتہ داری ہے؟ اور ایسے ایسے سوال کرتے جن کا ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا میں نے اپنا آنا جانا صرف والدہ کے گھر تک محدود کر دیا۔ بچوں کے بھی باہر جانے پر پابندی تھی۔ ان حالات کے پیش نظر میں نے تمام وقت رائیونڈ فارم میں گزارنا شروع کر دیا۔ ان سب

پریشانیوں اور پابندیوں کے باوجود میں شکر کرتی ہوں کہ میں یہاں آ گئی تھی۔ میرے ساس اور سسر مجھے اپنے درمیان دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔

ایک دن شام کو ٹی وی دیکھتے ہوئے چھوٹے بچوں نے شور مچا دیا کہ ابو (نواز شریف) کی تصویر آ رہی ہے۔ میں جلدی سے ٹی وی لاؤنج میں گئی۔ یہ وہ دن تھا جب نواز شریف صاحب کو پہلی مرتبہ عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ ان کے چہرے پر پریشانی عیاں تھی، وہ ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ وہ شاید شناسا چہرے تلاش کر رہے تھے اور یہ جائزہ لے رہے تھے کہ وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے شاید ایک فوجی اہلکار کو دیکھا اور اسے پوچھا تھا کہ کدھر جانا ہے۔

اس دن میں عدالت میں نہ جا سکی۔ کیونکہ اس وقت تک ہمیں اخبار کی اجازت نہیں ملی تھی اور ہمیں یہ علم نہیں ہو سکا تھا کہ آج انہیں عدالت میں پیش کیا جانا ہے۔ بہر حال کچھ اپنے دوست اور خیر خواہ وہاں موجود تھے۔ پھر ہم نے فوری طور پر کراچی جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس دوران ایک سرکردہ مسلم لیگی لیڈر کا فون آیا کہ آپ کراچی نہ جائیں کیونکہ یہ آپ کی خاندانی روایات کے منافی ہوگا۔ شاید ان کے مشورے میں اس چیز کا عمل دخل ہو کہ کچھ لوگ ہمارے رہن سہن سے زیادہ واقف نہیں ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں۔ چند لمحوں کے لئے ملنے والی میاں صاحب کی قربت سے ہم خود کو کیسے محروم رکھ سکتے تھے۔ کبھی کبھار کسی اخبار میں آ جاتا ہے کہ میری اور نصرت شہباز کی لڑائی ہے۔ جب کہ آج تک ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور انشاء اللہ ہو گی بھی نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس ہمارا تو ایک دوسرے کو دعائیں دیتے وقت گزرتا ہے۔ بہر حال یہ ان کا مشورہ تھا لیکن ہم نے تو عدالت میں ضرور جانا تھا۔ نواز شریف سے ملنے کے لئے مجھے آگ کے دریا سے گزرنا پڑتا تو میں تب بھی جاتی۔ اس کے بعد ہمیں اخبار بھی ملنا شروع ہو گیا تھا۔

کراچی میں پیشی کے بعد میاں صاحب کو راولپنڈی لایا گیا لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ

انہیں کہاں رکھا گیا ہے؟ کسی طرح معلوم ہوا کہ حسین نواز کو بھی راولپنڈی لایا گیا ہے۔ ایک دن مجھے بتایا گیا کہ میں حسین سے مل سکتی ہوں اور راولپنڈی میں ایک فوجی میس کا پتہ دیا گیا۔ میرے وہاں پہنچنے کے پندرہ بیس منٹ بعد گیٹ سے ایک گاڑی اندر داخل ہوئی۔ مجھے یوں لگا جیسے سول کپڑوں میں ملبوس دو افراد کے درمیان ایک کالے رنگ کا برقعہ پہنے کوئی عورت بیٹھی ہے۔ جب اس کو باہر نکالا گیا تو پتہ چلا کہ برقعہ نہیں اس کے اوپر کالی چادر ڈالی ہوئی تھی۔ چادر ہٹائی گئی تو دیکھا کہ اس کی آنکھوں پر سیاہ پٹی بندھی ہوئی ہے۔ بہرحال یہ پٹی کھول دی گئی، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ حسین کو اس حالت میں لائیں گے۔ حسین نے کبھی کوئی جرم نہیں کیا، وہ انتہائی نیک اور محب وطن نوجوان ہے۔ حتیٰ کہ اپنے پہلے بچے کی پیدائش پر اس نے اپنی بیوی کو لندن نہیں جانے دیا تاکہ اس کے بچے کی پیدائش پاکستان میں ہو، ایک ایسے شخص کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کیا جا رہا تھا۔

حسین نواز کی زبانی معلوم ہوا کہ 12 اکتوبر 1999ء کی رات تقریباً دس بجے نواز شریف صاحب اور شہباز بھائی کو فوجی اپنے ہمراہ لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد تمام چیزوں کی تلاشی لی گئی، میرے وارڈ روب کی بھی مکمل تلاشی لی گئی۔ نواز شریف صاحب کے سارے سوٹ کیس الماریوں اور بریف کیسوں کی تلاشی لی گئی۔ ایک بریف کیس میں پاکستانی روپوں کے علاوہ کچھ ڈالر بھی تھے جو بالکل (White Money) سفید دھن تھے اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کا ہم حساب نہ دے سکیں اور یہ سب کچھ انہوں نے قبضہ میں لے لیا۔ حسین کے پاس کچھ کاغذات تھے، وہ بھی اس سے چھین لئے گئے۔ جس پر حسین نے قدرے مزاحمت بھی کی اور کہا کہ آپ لوگ یہ سب کس قانون کے تحت کر رہے ہیں؟ آپ کو یہ تمام کارروائی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ آپ مجھے سرچ وارنٹ دکھائیں، لیکن انہوں نے حسین کی بات پر توجہ دیئے بغیر اس سے سب کچھ چھین لیا۔

میرا خیال ہے کہ وہ ان کاغذات یا نوٹیفکیشن کی تلاش میں تھے جس کے تحت آرمی چیف کو برطرف کیا گیا تھا لیکن ان کی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ نوٹیفکیشن انہیں نہ مل سکا

حالانکہ وہ ان کے سامنے ہی پڑا تھا۔ خدا نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی اور یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ وہ ان کی آنکھوں سے اوجھل رہا۔ اس سلسلہ میں حسین سے بھی بہت پوچھ گچھ کی گئی۔ پھر وہ نوٹیفکیشن کسی نہ کسی طرح میرے پاس پہنچ گیا۔

جی ہاں! تو ذکر بیٹے حسین نواز سے ملاقات کا ہو رہا تھا۔ اس موقع پر ایک مدت کے بعد اپنے باپ (حسین) کو دیکھ کر ساڑھے تین سالہ زکریا کی جو حالت ہوئی، اسے دیکھ کر ہر آنکھ اشک بار ہوگئی۔ حتیٰ کہ وہ فوجی جو حسین کو لائے تھے، ان کی آنکھوں سے بھی آنسو چھلک پڑے۔ اس ایک گھنٹے کی ملاقات کے بعد یہ انتہائی رقت آمیز منظر تھا جس کی یاد آج بھی نگاہوں میں چبھن پیدا کر دیتی ہے۔ معصوم زکریا باپ سے جدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ وہ بلک بلک کر فریاد کر رہا تھا، میں ابو کے ساتھ جاؤں گا۔ فوجیوں نے اس چیختے چلاتے بچے کو کھینچ کر حسین سے جدا کیا۔ اس دلخراش منظر نے پورا ماحول سوگوار کر دیا۔ یہاں موجود فوجی بھی اس کا اثر قبول کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اس کے بعد دو ہفتوں کے دوران دو مرتبہ ہم اسی میس میں جا کر حسین سے ملے، اس وقت سردی کا موسم تھا، میں نے دیکھا کہ حسین نے شہباز بھائی کا کوٹ پہن رکھا ہے۔ میں نے حسین سے پوچھا کہ یہ شہباز بھائی کا کوٹ ہے؟ حسین نے بتایا کہ یہ اسے فوجیوں نے لا کر دیا ہے اور اسے پہن کر مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے انکل میرے ساتھ ہیں۔ اس کوٹ سے آنے والی ان کے جسم کی خوشبو مجھے ان کی قربت کا احساس دلاتی رہتی ہے۔

2

نیرنگئ سیاست

خیالات کا ایک ہجوم ہے جو ماضی کے دریچوں سے نکل کر صفحہ قرطاس پر منتقل ہونے کے لئے بے قرار ہے۔ جب میں اس امر کے متعلق سوچتی ہوں کہ ایک گھریلو عورت، جس کی زندگی بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری میں صرف ہو رہی تھی دفعتاً کیسے سیاست کی پرخار وادی میں داخل ہوئی اور کم وبیش ایک سال تک رائے عامہ کو اصلی صورتحال سے آگاہ کرنے اور متحرک کرنے کے لئے قریہ قریہ صدائے حق بلند کرتی پھری تو حیران رہ جاتی ہوں۔ کیونکہ نواز شریف صاحب کے سیاست میں ہونے کے باوجود نہ تو میں نے کبھی عملی سیاست میں حصہ لیا بلکہ حصہ لینا تو درکنار میں میاں صاحب سے سیاسی معاملات پر کبھی گفتگو بھی نہیں کرتی تھی۔

12 اکتوبر کے شبخون کے بعد جیسا کہ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ ہم لوگ رائیونڈ زرعی فارم پر نظر بند رہے۔ اخبارات کی عدم دستیابی کے سبب ہم نہ صرف پرویز مشرف کے

اقدامات سے بے خبر تھے بلکہ اپنوں کی بے وفائی کی اطلاعات بھی ہم تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ جب نظر بندی کا خاتمہ ہوا تو بہت جلد میرے علم میں آیا کہ وہ لوگ جو میاں صاحب کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے اور زمین و آسمان کے قلابے ملاتے تھے، طوطا چشم ہو چکے ہیں۔ ابھی جمہوریت پر تلوار چلے ایک دن بھی نہیں گزرا تھا کہ کچھ اپنوں کے ایسے بیانات آنے شروع ہو گئے کہ جیسے وہ مدتوں سے ان حالات کے متمنی ہوں۔ انشا اللہ کبھی اس موضوع پر تفصیلاً یادداشتیں مرتب کروں گی کہ 12 اکتوبر کے بعد کن افراد نے کیسی قلابازیاں کھائیں مگر ابھی صرف مختصراً چند واقعات کا تذکرہ کرنا چاہوں گی تا کہ قارئین کرام میری تقاریر کا مطالعہ کرتے ہوئے اس وقت کے سیاسی و ملکی حالات سے واقف ہوں اور میری گفتگو کو حالات کے تناظر میں پرکھ سکیں اور اپنی دیانتدارانہ رائے قائم کر سکیں۔

میں اس امر پر سخت متعجب تھی کہ 12 اکتوبر کے بالکل اگلے روز ہی اعجاز الحق نے بیان دیا تھا جس سے ان کی فوجی اقدام پر خوشی چھپائے نہ چھپتی تھی اور یہ صرف ان ہی تک محدود نہ تھا بلکہ کچھ دیگر افراد بھی پرویز مشرف کے سامنے نمبر بنانے کی دوڑ میں صاف نظر آرہے تھے اور ان لوگوں کی سرگرمیاں تو میاں اظہر کے گھر 9 نومبر کو ہونے والے اجلاس میں ہی طشت از بام ہو گئی تھیں جس میں انہوں نے آمریت سے مفاہمت کی خواہش کا اظہار کرنا شروع کر دیا تھا۔

نومبر کے وسط میں جب ظفر علی شاہ نے فوجی اقدام کو عدالت عظمیٰ میں چیلنج کیا تو اس عمل کی تعریف کرنے کی بجائے اعجاز الحق نے اس کو ان کا ذاتی اقدام قرار دیا بلکہ یہاں تک ہی قصہ محدود نہ رہا اسی دن اعجاز الحق نے اراکین اسمبلی کے اعزاز میں عشائیہ دیا اور برملا آمریت سے اپنے رابطوں کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے آپ کو میاں صاحب کے متبادل کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ ان کو یہ یقین دہانی کروائی جا رہی تھی کہ اگر وہ پارٹی میں پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے تو اقتدار کا ہما ان کے سر پر بیٹھ سکتا ہے۔ اس سلسلے کی کڑی 16 نومبر کو ہونے والے پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں بھی سامنے آئی جس

میں پارٹی قیادت کے حوالے سے اعتراضات اٹھائے گئے۔ مگر خوش آئند بات یہ تھی کہ پارلیمانی پارٹی نے فوجی اقدام کی مذمت کر کے اپنا بھرم کم از کم اس وقت محفوظ کر لیا تھا۔

نظر بندی کے اختتام پر میں، میری دونوں بیٹیاں اور میری ساس کراچی پہنچے اور اگلے روز 22 نومبر کو ہماری نواز شریف صاحب سے ملاقات کروائی گئی۔ میری نظر میاں صاحب پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ حالات کی سختیاں ان کے اعضاء و جوارح سے صاف نظر آ رہی تھیں مگر ان بدترین حالات کے باوجود ان کے مزاج کی لطافت اور بلند ہمتی اپنی جگہ پر قائم تھی۔ انہوں نے ہم سے بالکل عمومی حالات کی طرح خیریت دریافت کی۔ بچیوں کے برستے آنسوؤں کو دیکھ کر حوصلے سے کام لینے کی تلقین کرتے رہے۔ ان کا چہرہ اس امر کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ آئین کی بالا دستی کے لئے ان بدترین حالات کے لئے پہلے سے ہی تیار تھے۔ ہم سب کا اس وقت تو فرط جذبات سے برا حال ہو گیا جب میرے نواسے، جو میاں صاحب کی گود میں تھا، نے ملاقات کے آخر میں اترنے سے انکار کر کے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا مگر میاں صاحب ہم سب کو تسلی دیتے رہے کہ حق کے راستے میں کربلا، کوفہ اور شام آتے ہیں مگر قافلہ حق رکتا نہیں بلکہ منزل کی جانب رواں دواں رہتا ہے اور ہمیں بھی ان جنت کی مالک پاک ہستیوں کے نقش قدم پر چلنا ہے کہ جن کی گرد راہ ہونا بھی جنت کی دھول سے کم نہیں۔

کراچی سے واپسی پر چوہدری شجاعت حسین بھی ہمارے ساتھ جہاز میں تھے۔ ان سے اس سے پہلے کراچی میں ملاقات ہو چکی تھی۔ انہوں نے کراچی میں بھی اور دوران سفر بھی پارٹی قیادت کے حوالے سے میرے خیالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے متواتر اسی موضوع کو زیر بحث رکھا۔ میں نے ان کو صاف بتا دیا کہ میں پارٹی کی قیادت تو کجا مستقلاً سیاست میں رہنے کی بھی خواہش مند نہیں ہوں بلکہ میری تمام سرگرمیاں صرف اس وقت تک ہیں جب تک شریف خاندان کے مرد پابند سلاسل ہیں۔ جونہی حالات نے پلٹا کھایا میں واپس گھر ہستی سنبھال لوں گی۔ چودھری شجاعت نے میری فیصلہ کن انداز کی گفتگو کو

بڑے غور سے سنا اور غالباً دل میں اس سے نتائج اخذ کرتے رہے۔ انہوں نے میرے ان تمام خیالات کو لاہور پہنچتے ہی صحافیوں کے گوش گزار بھی کر دیا۔ اس واقعہ کے ذکر کا سبب صرف یہ ہے کہ چودھری برادران شروع ہی سے جانتے تھے کہ ہمارے خاندان یا پارٹی کی سطح پر کوئی ایسی سرگرمی نہیں کی جا رہی کہ جس کا مقصد مجھے پارٹی کی سربراہی دینا ہو۔

چودھری شجاعت سے ملاقات کے بعد میری نواز شریف صاحب سے جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو اس وقت تک امین اللہ چودھری وعدہ معاف گواہ بن چکے تھے۔ اس لئے یہ صاف نظر آ رہا تھا کہ آمریت جمہوریت کو سزا دینے پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔ میاں صاحب نے مجھے کہا کہ پارٹی کو آپ میری طرف سے یہ پیغام دیں کہ ہمیں متحد رہنا ہے اور مجھ پر حالات جتنے مرضی پر آشوب ہو جائیں مگر ہمیں آئین کی بالادستی اور حرمت پر کوئی سودے بازی نہیں کرنی۔ جب میں نے ان کو پارٹی کے مختلف عہدیداروں کی منفی سرگرمیوں سے آگاہ کیا تو وہ بولے کہ میں جانتا ہوں کون کون اقتدار کی بھوک میں مبتلا ہے؟ مگر ہمارا فرض ہے کہ امکانی حد تک ان کی سرگرمیوں سے چشم پوشی کریں تاکہ مسلم لیگ کا اتحاد پارہ پارہ کرنے کی خواہش رکھنے والے عناصر اپنے مذموم ارادوں کو روبہ عمل نہ لا سکیں اور اگر پھر بھی وہ ایسا کر ہی گزریں تو ان کا جمہوریت دوست ہونے کا نقاب برسر عوام خود اتر جائے گا۔

میاں صاحب کی یہ تمام گفتگو میں نے پارٹی کے سرکردہ عہدیداروں تک فوراً پہنچا دی۔

اس کے بعد میاں صاحب کی ہدایت پر میں پارٹی کے مختلف عہدیداروں سے ملاقات کرنے لگی تاکہ بالمشافہ مسلم لیگ کے سربراہ کا پیغام ان تمام اصحاب تک پہنچا دوں۔ 5 دسمبر کو چودھری شجاعت سے میری اور مریم کی ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں ہم دونوں نے میاں صاحب کا پیغام دینے کے علاوہ عمومی سیاسی صورتحال پر بھی گفتگو کی۔ چودھری شجاعت نے مجھ سے کہا کہ آپ ہمیں کسی موقع پر اور کسی قسم کے حالات میں پیچھے نہیں پائیں گی۔

میری زندگی کا وہ لمحہ حد درجہ یادگار تھا جب میں 7 دسمبر کو پشاور گئی اور ظفر جھگڑا صاحب کی رہائش گاہ پر متعدد وفود سے میری ملاقات ہوئی۔ کارکنوں اور رہنماؤں کے یہ وفود صرف

اور صرف مجھے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ نواز شریف صاحب کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ ہم ہر مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ ہیں اور انشاء اللہ ہمارے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئے گی۔ صابر شاہ اور سر انجام خان کی طرف بھی جانا ہوا۔ ان دونوں کے ثابت قدم رہنے کے عزم نے مجھے بڑا حوصلہ دیا۔ جب مسلم لیگ سرحد کے اجلاس میں صابر شاہ نے میرے سر پر دوپٹہ رکھنے کی پختون رسم ادا کی تو اس وقت انہوں نے کہا کہ ہم نے سر پر دوپٹہ رکھ کر مرنے کی قسم کھائی ہے۔ ان تمام افراد کا جذبہ اور عمل میری توقعات سے کہیں بڑھ کر تھا۔

ابھی میں لاہور پہنچی ہی تھی کہ مجھے علم ہوا کہ میری والدہ سخت علیل ہیں۔ یہ سن کر میرے ہاتھ پاؤں سے جیسے جان ہی نکل گئی ہو اندیشوں اور وسوسوں نے ذہن پر قبضہ کر لیا۔ میں اپنی والدہ سے ملی تو ان کا چہرہ آنے والے جانگسل لمحات کی آمد کی پیش گوئی کرتا ہوا صاف محسوس ہو رہا تھا۔ اسی رات ان کو دل کا دورہ پڑا اور ہم ان کو پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لے گئے۔ ابھی تو مجھ سے میرے والد کا سایہ شفقت جدا ہوا تھا کہ 15 دسمبر کو ماں کی مامتا سے بھی سدا کی جدائی ہو گئی اور میں اپنے آپ کو ان لمحوں میں اس بچے کی طرح محسوس کرنے لگی جو کارواں سے کسی جنگل، بیاباں میں بچھڑ جائے، ہم نے مشرف کے نمائندہ سے رابطہ کر کے کہا کہ میاں صاحب اور شہباز بھائی کو کم از کم جنازے میں ہی شرکت کرنے کی اجازت دے دو مگر ادھر سے سوائے سنگدلانہ طرز عمل کے اور کچھ نہ تھا۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کو جنازے میں شرکت سے محروم رکھا گیا مگر اپنی خجالت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے جنازے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے شدید پابندیوں کے ساتھ دونوں بھائیوں کو یہ لوگ لے کر آ گئے۔

پارٹی کو متحرک کرنے کی میری سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ، جن کی ہدایت میاں صاحب نے کی تھی اور جس کی تائید راجہ ظفر الحق صاحب کر رہے تھے، پارٹی میں پھوٹ ڈالنے والے عناصر بھی مشرف کے قرب کا شرف حاصل کرنے کے لئے تگ و دو میں لگے ہوئے تھے، خورشید قصوری کے گھر 20 دسمبر کو ان لوگوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں یہ در فنطنی

چھوڑی گئی کہ نواز شریف کو لچک دکھانے کا کہیں گے اور اسی اجلاس میں ایسا انداز اپنایا گیا کہ جس سے یہ تاثر قائم ہو کہ فوج کا 12 اکتوبر کا اقدام درست تھا۔

وقت اسی طرح گزرتا چلا گیا اسی دوران میں پاسپورٹ کی ضبطی کے سبب دیگر اہلخانہ کے ہمراہ عمرے کی سعادت حاصل کرنے سے محروم رہی۔ میری حد درجہ کوشش کے باوجود مجھے پاسپورٹ نہ مل سکا، عید آئی، جس میں نواز شریف اور میرے بیٹے حسین کو نماز عید بھی ادا نہ کرنے دی گئی۔

25 جنوری کے ایام بھی میں کبھی نہ بھلا سکوں گی۔ کیونکہ 25 تاریخ کو ایک اجلاس ماڈل ٹاؤن میں ہوا۔ جس میں صابر شاہ اور تہمینہ دولتانہ نے مجھے مجلس عاملہ کا رکن بنانے کی باضابطہ تجویز پیش کی۔ اس تجویز کا سبب یہ تھا کہ میں وہ واحد فرد تھی جس کی میاں صاحب سے ملاقات ہوتی تھی۔ یہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ میری مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے تقرری کرنے سے میاں صاحب اور پارٹی کے درمیان مشاورت کرنے کے لئے بہت سہولت پیدا ہو جائے گی۔ مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے میں اس مینڈیٹ کو بھرپور استعمال کر سکوں گی جو مجھے میاں نواز شریف صاحب اور رابطہ کمیٹی کے سربراہ راجہ ظفر الحق صاحب کی طرف سے حاصل تھا۔ ابھی یہ تجویز زیر غور ہی تھی کہ کچھ ارکان کو اپنا کھیل بگڑتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ چودھری شجاعت اور خورشید قصوری وغیرہ نے یکدم انتہائی مخالفانہ رویہ اختیار کر لیا۔ گویا کہ انہوں نے کوئی ایسی تجویز پیش کر دی تھی جو پارٹی آئین سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ انہوں نے کچھ ردوکد کے ساتھ یہ کہا کہ اگر بیگم صاحبہ (میں) چاہیں تو خصوصی مندوب کے طور پر آ سکتی ہیں مگر کچھ کہنے کا انداز ایسا تھا کہ مجھے اپنا استقبال خوشدلی کے ساتھ ہونے کی کوئی توقع نہ تھی۔ اگلے دن جب مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا تو بعض افراد نے میرے کل کے اجلاس پر سخت تنقید کی حالانکہ وہ اجلاس کسی ضابطے کی خلاف ورزی نہ تھا اور اس میں میں نے ان گنت بار کی طرح ان شوشوں کی بھی تردید کی کہ مجھے پارٹی کا صدر بنایا جا رہا ہے۔

جنوری کے آخر میں ہی پاکستان کی تاریخ کا ایک اور سیاہ دن گزرا جب پرویز مشرف

نے پارلیمنٹ کے بعد عدلیہ کی پیٹھ میں بھی چھرا گھونپ دیا۔ عدلیہ کے تمام ججوں کو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے کا حکم دیا گیا۔ انکار کرنے کی پاداش میں چیف جسٹس آف پاکستان، عدالت عظمیٰ کے 9 اور عدالت عالیہ کے 7 ججوں کو برطرف کر دیا گیا۔ چیف جسٹس کو پہلے لالچ دیا گیا مگر جب وہ کسی لالچ میں نہ آئے تو ان کے ساتھ یہ سلوک روا رکھا گیا کہ ان کو ان کی رہائش گاہ سے باہر جانے سے منع کر دیا گیا۔ مبادا وہ کوئی ایسا اقدام کرنے کے قابل ہو جائیں جس سے پرویز کی آمریت کو کوئی خطرہ لاحق ہو جائے۔ جب اس سارے تکلیف دہ واقعہ کی خبر نواز شریف صاحب کو ہوئی تو انہوں نے مجھے انتہائی دل گرفتہ انداز میں کہا کہ اگر ان لوگوں کو نہ روکا گیا تو ایک ایک کر کے یہ ملک کی تمام جڑوں کو کھوکھلا کر دیں گے اور خدانخواستہ ایک اور 16 دسمبر 1971ء ہمارا مقدر بن جائے گا۔

7 فروری کو ماڈل ٹاؤن میں ذوالفقار کھوسہ، سعد رفیق، تہمینہ دولتانہ سمیت متعدد افراد سے میں نے ملاقات کی اور مختلف امور پر نواز شریف صاحب کا پیغام ان تک پہنچایا۔ 9 فروری کو کراچی میں مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس بھی تھا جس میں ان ارکان نے میری موجودگی کو بہت ضروری قرار دیا مگر لاہور کے اجلاس کی سرد مہری اور بات بے بات مخالفت کے سبب میں نے مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا مگر ان احباب اور بھائی سرانجام خان کے اصرار پر میں نے کراچی کے اجلاس میں شرکت کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے بھائی سرانجام کو کہا کہ ان تمام کو بتا دیجئے کہ نہ تو میں پارٹی صدارت کی خواہش رکھتی ہوں اور نہ ہی پارٹی پر کوئی اجارہ داری ہمیں درکار ہے۔ آج بھی پاکستان کی غالب اکثریت نواز شریف کے ساتھ ہے۔ میں ان کا صرف پیغام لے کر آ رہی ہوں۔ سرانجام خان نے جواب میں کہا کہ بیگم صاحبہ! ہمارا فرض اذان دینا ہے کوئی جماعت میں شامل ہو نہ ہو، اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ آپ ضرور تشریف لائیے گا تاکہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

چنانچہ 9 فروری کو میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے کراچی پہنچی۔

دوران اجلاس جب مجھے گفتگو کرنے کے لئے کہا گیا تو میں نے چند منت کی گفتگو کی اور نواز شریف صاحب کا یہ پیغام پہنچایا کہ آگے بڑھیں اور جدوجہد کریں۔ اس اجلاس میں ہی فیصلہ کیا گیا کہ G,D,A سے آئین اور جمہوریت کی بالادستی اور بحالی کے لئے مشترکہ لائحہ عمل بنانے کے لئے رابطہ کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ایک کمیٹی کے جلد قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ یاد رہے کہ G,D,A کا حصہ PPP بھی تھی مگر اس وقت مجلس عاملہ کے اس فیصلہ پر کہ G,D,A سے آئین اور جمہوریت کی بحالی و بالادستی کے لئے گفتگو کی جائے، کوئی اختلاف سامنے نہ آیا۔ کیونکہ مسلم لیگ نے پہلے دن ہی اپنے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کر لیا تھا کہ ہم ہر اس قوت کو ساتھ لے کر چلیں گے کہ جو آئین اور جمہوریت کی بات کرے گی۔

دوسری طرف میاں اظہر، اعجاز الحق اور خورشید قصوری نے 11 فروری کو کھانے پر ملاقات کی۔ ان تمام ملاقاتوں اور اس کے بعد پیش کیے جانے والے تاثر کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا تھا کہ ہم پرویز مشرف کی بی ٹیم بن سکتے ہیں اور مسلم لیگ میں آمریت کی حسب خواہش پھوٹ ڈالنے کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ ان میں اعجاز الحق کا کردار سب سے دلچسپ تھا بلکہ آج بھی ہے۔ وہ آمریت کی طرف سے ذرا سی آس دلانے پر قیادت کے نمبر ون مخالف ہو جاتے تھے مگر جب انہیں ٹھینگا دکھانے والے حالات پیدا ہونے لگتے تو وہ دوبارہ نواز شریف کی شان میں قصیدہ پڑھنا شروع کر دیتے۔ جیسا کہ میں نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ اعجاز الحق 12 اکتوبر کے فوراً بعد اچانک نواز شریف صاحب کے مخالف ہو گئے اور طرح طرح کے بار بار پینترے بدلتے رہے۔ مثلاً ادھر پارٹی قیادت کے خلاف بیانات دیئے اور اس کی تبدیلی کی خبریں دیں۔ پھر ذرا سی آمریت کی بے رخی کے بعد وہ اچانک ہمارے ہمدرد ہو جاتے۔ مثال کے طور پر انہوں نے 22 جنوری 2000ء کو ایک آن ریکارڈ بیان میں کہا کہ ”25 اور 30 تاریخ کے پارٹی اجلاسوں میں پارٹی قیادت زیر بحث نہیں ہو گی کیونکہ نواز شریف کی موجودگی میں اس سلسلے میں بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔

نواز شریف نے مسلم لیگ کو نہ صرف مستحکم کیا بلکہ ان کی کوششوں سے آج مسلم لیگ پاکستان

کی سب سے بڑی جماعت بن گئی۔ مسلم لیگ اپنے قائد کو تمام من گھڑت کیسوں سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گی کیونکہ مسلم لیگی قائدین کا تحفظ دراصل پاکستان کا تحفظ ہے''۔

پھر وہ چند دن بعد ہی دوبارہ قیادت کی تبدیلی کی باتیں کرنے لگے۔

ان کی قیادت کی تبدیلی کی باتیں دراصل اس سہانے خواب کی وجہ سے تھیں جو ان کو دکھایا گیا تھا کہ آپ کو اقتدار سونپ دیا جائے گا اسی وجہ سے اپنی تمام تر خدمات کے ساتھ پھر آمریت کے ساتھ کھڑے نظر آتے۔ 17 فروری کو انہوں نے مشرف کے اقدامات کو آئینی تحفظ دینے کے پیکج کی بات کی کہ پارلیمنٹ اپنی پامالی پر مہر تصدیق ثبت کردے پھر چند دن پہلے تک نواز شریف کے دفاع کو پاکستان کا دفاع قرار دینے والے اعجاز الحق نے اپنا نیا انکشاف سنایا کہ ''قوم صرف نواز شریف کی کوتاہیوں کی سزا بھگت رہی ہے'' بہ الفاظ دیگر انہوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ مشرف کا اقتدار قوم کے لئے سزا ہے مگر یہ اور بات ہے کہ اس کا سبب نواز شریف نہیں بلکہ بعض اقتدار پرست افراد ہیں جنہوں نے آج بھی اپنا مفاد آمریت میں تلاش کر رکھا ہے۔

جہاں میں بدستور پارٹی کے مختلف عہدیداروں کو قیادت کے پیغامات اور خیالات سے آگاہ کر رہی تھی وہیں پر میرا ذہن یوتھ ونگ کے ایک باقاعدہ اجلاس کے انعقاد کی جانب بھی تھا۔ چنانچہ 21 فروری کو مسلم لیگ ہاؤس میں یوتھ ونگ کے اجلاس میں شرکت کی اور ان کے سامنے میاں صاحب کا مافی الضمیر پیش کیا تاکہ قوم کے یہ بچے جان سکیں کہ موجودہ حالات میں بھی قیادت اصولوں پر کسی تجارت کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس سے اگلے دن مسلم لیگ ہاؤس میں ہی صوبائی وقومی اسمبلی کے ارکان کا ایک اجلاس ہوا، جس میں تمام ارکان تو نہ آئے مگر آنے والے اکثر افراد کی زبان پر یہ الفاظ ضرور موجود تھے کہ اگر میاں صاحب حکم دیں تو ہم فوراً احتجاجی تحریک کا آغاز کردیں مگر میاں صاحب کی یہ ہدایت تھی کہ چاہے حالات بدتر سے بدترین کیوں نہ ہو جائیں مگر ہمیں ریاستی اداروں اور غاصبوں کے درمیان

حدِفاصل کا خیال رکھنا ہے اور ہمارا ٹکراؤ غاصبوں سے ہے ریاستی اداروں سے نہیں۔

پرویزی آمریت کی دھونس دھاندلی اور دھمکیوں کی وجہ سے فروری کے آخر میں نواز شریف صاحب کے وکلاء نے مقدمے کی پیروی سے انکار کر دیا اور دستبردار ہو گئے۔ یہ حالات حکومتی پالیسیوں کے سبب غیر متوقع تو نہیں تھے مگر پھر بھی ہمارے پاس فوراً اس کا کوئی متبادل بھی نہ تھا۔ چنانچہ میاں صاحب نے فیصلہ کیا کہ وہ از خود ہی عدالت کا سامنا کریں گے مگر دوسری طرف اپنے وکلاء کو بھی پیروی پر آمادہ کرنے کی کوششیں جاری رکھنے پر اتفاق کیا گیا۔ دو تین دن کے بعد سوائے ایک وکیل کے باقی نے کیس کی پیروی پر آمادگی کا اظہار کر دیا جو ایک خوش آئند فیصلہ تھا۔

مگر اس فیصلے کی اقبال رعد (شہید) کو بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔ وہ روز اول سے میاں صاحب کی پیروی کرنے والوں کے سرخیل تھے اور نہایت قابل شخص بھی تھے ان کو مارچ کے دوسرے ہفتے میں ان کے دفتر میں گھس کر شہید کر دیا گیا۔ رعد صاحب کی شہادت نے وکلاء کے، عدالتی کارروائی کے علاوہ اپنی سلامتی کے حوالے سے شکوک وشبہات کو نہ صرف ثابت کر دیا بلکہ اس کے بعد ان افراد نے از سرِ نو فیصلہ کیا کہ وہ کراچی میں سلامتی کی خطرناک صورتحال کے پیش نظر عدالتی کارروائی میں حصہ نہیں لیں گے۔ بہرحال بعد میں یہ معاملہ بھی حل ہو گیا۔

16 مارچ کو پشاور میں ظفر اقبال جھگڑا صاحب کی رہائش گاہ پر سنٹرل ورکنگ کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں میں نے بھی شرکت کی۔ اجلاس کا اہم ترین ایجنڈا جمہوری جدوجہد میں دیگر سیاسی جماعتوں کو ساتھ لے کر چلنا اور دستوری بالادستی کو ملک پر قائم کرنا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک سات رکنی کمیٹی کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تاکہ دیگر سیاسی طاقتوں سے فی الفور گفتگو کا آغاز کیا جائے۔ سات رکنی کمیٹی میں اس بات سے ماورا ہو کر رکنیت دی گئی کہ کون حکومتی صفوں میں جانے کے لئے بے چین ہے اور کون قافلۂ جمہوریت کا رکن رہنا چاہتا ہے تاکہ کسی طرف سے یہ الزام عائد نہ کیا جا سکے کہ ہم کو اس

سارے عمل سے علیحدہ کر کے عملاً لاتعلق کر دیا گیا تھا اور ہم مجبوراً قیادت کے خلاف ہو گئے۔

چنانچہ کمیٹی میں خورشید قصوری، گوہر ایوب، اسد جونیجو اور حسین بخش بنگلزئی کو مسلم لیگ سے جب کہ حلیف جماعتوں سے ساجد میر، حاصل بزنجو اور صاحبزدہ فضل کریم کو نمائندگی دی گئی اور ان افراد کو فوراً رابطوں کی ہدایت کی گئی۔ اجلاس کے بعد راجہ ظفر الحق نے اخباری نمائندوں کو تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ قیادت کے معاملہ پر صرف ایک ہی بات ہوئی ہے کہ نواز شریف ہمارے قائد ہیں۔

میاں اظہر مسلم لیگ میں پھوٹ ڈالنے کی پرویزی آمریت کی خواہش کو حقیقت میں تبدیل کرنے کے لئے اپنے گھر پر بدستور اجلاسوں میں مصروف تھے۔ وہ مختلف لوگوں سے ملاقات میں اپنے آپ کو آئندہ کے وزیر اعظم کے طور پر پیش کر رہے تھے۔ انہوں نے مارچ کے آخر میں اپنے گھر پر عید ملن پارٹی کا انعقاد کیا۔ یہ صرف نام کی ہی عید ملن پارٹی تھی درحقیقت یہ ایسے لوگوں کا اکٹھ ثابت ہوئی جنہوں نے میاں صاحب کا نام لئے بغیر ان پر الزامات کی بارش کر دی اور اپنا سارا زور خطابت اس امر پر صرف کر دیا کہ فوجی اقتدار کو بسر وچشم قبول کر لیا جائے۔ بعد میں اعجاز الحق نے میاں اظہر کو فون کر کے عید ملن پارٹی کی ”کامیابی“ پر مبارکباد بھی دی۔

اپریل کا مہینہ اس حوالے سے یادگار ہے کہ اس میں طیارہ کیس کا فیصلہ سنایا گیا اور گوہر ایوب نے PPP سے جمہوریت کی بحالی کے لئے رابطہ بھی کر لیا تھا۔ میں نے راولپنڈی بار کونسل سے خطاب بھی کیا اور اپنی جمہوری آواز ان تک پہچانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ 13 اپریل کو مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں نواز شریف صاحب کو سزا دلانے کی آمرانہ کوششوں کے اثرات و مضمرات کا جائزہ لیا گیا۔ 27 ارکان نے اس اجلاس میں شرکت کی مگر پریس بریفنگ کے وقت کچھ اراکان چلے گئے تھے اور ان کے جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ میاں صاحب کو سزا ہونے کی صورت میں اپنا اقتدار بنتا دیکھ رہے تھے۔ چودھری شجاعت ان دنوں ملک سے باہر تھے۔ طیارہ کیس کے فیصلے سے ایک روز قبل وہ ملک واپس

آئے اورانہوں نے آتے ہی پریس کانفرنس کردی جس میں جب ان سے مشرف کے ساتھ شریک اقتدار اور سزا کی صورت میں نواز شریف کی قیادت کے مستقبل کا سوال پوچھا گیا تو انہوں نے فوراً کہا کہ ”فیصلہ کچھ بھی ہو مسلم لیگ کی قیادت تبدیل نہیں ہوگی، موجودہ حکومت میں شمولیت سیاسی موت ہوگی“ مگر افسوس کہ وہ اپنے الفاظ پر قائم نہ رہ سکے۔

6 اپریل کو نواز شریف کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا گیا۔ جب کہ دیگر 6 افراد کو بری کر دیا گیا۔ میرا اس فیصلے کے حوالے سے صرف ایک سوال ہے کہ جب دیگر افراد پر کوئی خلاف قانون عمل ثابت نہیں ہوا تھا تو بھلا اسلام آباد میں فوجیوں کے نرغے میں گھرے وزیر اعظم کے لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ فضا میں طیارہ ہائی جیک کر لیں۔ کیا نواز شریف صاحب طیارے میں پستول لے کر داخل ہوئے تھے؟ اگر ایسا بھی نہیں تھا تو پھر ان پر کیا ثابت ہوا؟ ہاں صرف یہ ثابت ہوا کہ جو شخص ایک پی سی او کے ذریعہ چیف جسٹس تک کو نکال سکتا ہے وہ عدالتی نظام کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے اور کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔

اس فیصلے پر بہت سارے افراد کے جو کہ موقع کی تلاش میں تھے، دلوں میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے اور انہوں نے فوراً ہی بیانات دینے شروع کر دیئے۔ 9 اپریل کو مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عاملہ، پارلیمانی پارٹی اور دیگر حلیف جماعتوں کا مشترکہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں چودھری شجاعت، میاں اظہر، اعجاز الحق، خورشید قصوری، عابدہ حسین اور فخر امام نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس میں نواز شریف صاحب کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔ میاں اظہر اور خورشید قصوری وغیرہ نے تقاریر نہ کیں مگر کوئی اختلاف رائے کا بھی اظہار نہ کیا۔ اجلاس کے بعد راجہ ظفر الحق صاحب نے پریس بریفنگ میں نواز شریف صاحب کی قیادت پر اعتماد کے حوالے سے شرکاء کے فیصلے سے صحافیوں کو آگاہ کیا۔

میاں صاحب کے بارے طیارہ کیس کے فیصلہ میں چیدہ چیدہ واقعات کا اختصار سے ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ کو اس بات کا اندازہ ہو جائے کہ 12 اکتوبر سے لے کر اس وقت تک کیا حالات پیش آتے رہے۔ اگر واقعات کو اسی طرح بیان کرتی چلی جاؤں تو پھر

ایک علیحدہ کتاب ترتیب پا جائے گی۔ چنانچہ اب آپ کو میں مسلم لیگ میں پھوٹ ڈالنے کی کوششوں کی آخری دنوں کی اجمالاً واقعاتی جھلک دکھاتی ہوں کیونکہ گزشتہ بیان کیے گئے واقعات سے اکثر چہرے آپ کے سامنے آ چکے ہوں گے کہ کون کیا کر رہا تھا اور اس کے کیا ارادے تھے؟

6 اکتوبر 2000ء کو یہ فیصلہ ہوا کہ 12 اکتوبر کے سیاہ دن کو یوم سیاہ کی حیثیت سے منایا جائے اور یہ کہ 11 اکتوبر کو پشاور سے مسلم لیگ ایک پر امن ریلی نکالے گی جس کی منزل لاہور ہوگی۔ اس پروگرام کے اعلان کے اگلے روز میں جیل میں میاں صاحب سے ملی اور ان کو جماعت کے فیصلوں سے آگاہ کیا تاکہ جماعت کے لئے مزید رہنمائی حاصل کی جا سکے۔ میاں صاحب نے ہدایت کی کہ پارٹی کو مزید متحرک کرنے اور یوم سیاہ کو کامیاب بنانے کے لئے میں خود اور دیگر پارٹی عہدیدار بھی عوام سے اپنے رابطوں کو مزید فعال بنائیں۔ اس کے ساتھ میاں صاحب نے ایک عجیب فقرہ کہا کہ "جو لیگی دباؤ میں ہیں ان کو آزمائش میں نہ ڈالا جائے" ان کی یہ بات دراصل ان کی اس سوچ کی غمازی کرتی تھی کہ وہ کسی ابن الوقت سے جمہوریت کے لئے کوئی امید نہیں رکھتے۔ ان کا مجھے یہ کہنے کا واحد مقصد یہ تھا کہ میں یوم سیاہ کے موقع پر صرف عوامی ردعمل پر توجہ مرکوز رکھوں اور خوفزدہ یا موقع پرست سیاستدانوں کے تجاہل کو خاطر میں نہ لاؤں۔ چنانچہ اگلے دن ہی میں نے لاہور، اوکاڑہ، ساہیوال اور قصور میں کارکنوں کے مختلف اجتماعات سے خطاب کیا اور ان تک ان کے لیڈر کا پیغام بھی پہنچایا۔ یہ وہی دن تھا جس دن چوہدری شجاعت نے سیاستدانوں اور فوج کی مشترکہ حکومت بنانے کی بات کی تھی۔ اس وقت تک وہ کھل کر قیادت کے خلاف سامنے آ چکے تھے۔ ہاں کبھی کبھی اپنی خفت کو مٹانے کی غرض سے کوئی ادھر ادھر کی بات بھی کر دیتے تھے۔

10 اکتوبر کو ہی راولپنڈی میں لیگی کارکنوں کی گرفتاریاں شروع ہوگئیں اور جبر وتشدد کا ایک نیا سلسلہ سامنے آ گیا۔ اس دن لاہور ہائیکورٹ بار کے زیر اہتمام جمہوری کنونشن بھی

منعقد کیا گیا تھا جس میں میرے علاوہ نوابزادہ مرحوم اور چند دیگر افراد نے بھی خطاب کیا تھا۔ اس کنونشن کے دوران میرے علم میں لایا گیا کہ حکومت لیگی رہنماؤں اور کارکنوں کے بارے سخت احکامات جاری کر چکی ہے جس کے نتیجے میں متعدد لیگی کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے جب کہ میری گرفتاری بھی متوقع تھی۔ میں نے پھر بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو میں ہر حالت میں ریلی میں شرکت کے لئے جاؤں گی۔ چنانچہ میں پشاور کے لئے روانہ ہو گئی۔ وہاں پر میٹ دی پریس پروگرام کے بعد مجھے پتہ چلا کہ ریلی کو بزور طاقت روک دیا گیا ہے اور کارکنوں پر زبردست تشدد کیا جا رہا ہے لہٰذا میرا جانا وہاں پر مناسب نہیں ہو گا مگر میرا ایک ہی جواب تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے، میں جان کی بازی لگا کر بھی ریلی میں شرکت ضرور کروں گی۔ میں ریاستی اداروں سے اپنے آپ کو اوجھل رکھتے ہوئے نجمہ حمید کے گھر پہنچنے میں کامیاب ہو گئی تاکہ ان کی ہمراہی میں ریلی میں جا سکوں مگر بدقسمتی سے اسی اثناء میں میری وہاں موجودگی کا علم حکمرانوں کو ہو گیا اور مجھے وہاں پر ہی غیر اعلانیہ نظر بندی کا سامنا کرنا پڑا۔ بہرحال پھر بھی بہت سے شہروں میں یوم سیاہ کے حوالے سے کامیاب اجتماعات منعقد ہوئے مگر ہماری مرکزی ریلی کو نہ نکلنے دیا گیا۔ مجھے اگلے دن رہا کر دیا گیا۔

15 اکتوبر کو مجلس تحفظ پاکستان کا اجتماع شاہدرہ میں منعقد کرنے کا پروگرام تھا مگر میرے ماڈل ٹاؤن سے نکلنے پر پہرے لگا دیئے گئے تھے۔ میں پہلے تو وہاں پر ہی میں مختلف لوگوں سے اس معاملے پر بحث کرتی رہی مگر جب انہوں نے میری ایک نہ سنی تو ان کو گفتگو میں مصروف چھوڑ کر گھر کے اندرونی حصے میں چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد گاڑی کی پچھلی نشست پر جا بیٹھی اور اپنے سر کو نسبتاً جھکا لیا۔ ڈرائیور کو کہا کہ گاڑی سٹارٹ کرے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب وہ چلنے لگا تو ایک آفیسر نے اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ بیگم صاحبہ نے کچھ اشیاء منگوائی ہیں۔ وہ آفیسر مجھے دیکھ ہی نہ سکا اور بھرے لہجے میں کہنے لگا اچھا جاؤ اور اس طرح میں ماڈل ٹاؤن سے باہر نکل گئی مگر شاید میرے نکلنے کے فوراً بعد ہی ماڈل ٹاؤن میں ان لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ میں نکلنے میں کامیاب ہو چکی ہوں۔

چنانچہ انہوں نے میری شاہدرہ میں متوقع آمد کے پیش نظر جمع کارکنوں کو بیدردی سے پیٹنا شروع کر دیا اور زبردست تشدد کر کے ہمارے پروگرام کو طاقت کے بل بوتے پر منعقد نہ ہونے دیا۔

مسلم لیگ کی G,D,A سے آئین اور جمہوریت کی بحالی کے لئے گفتگو اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھ رہی تھی۔ چنانچہ ان رابطوں کے سبب مسلم لیگ کی طرف سے ظفر علی شاہ نے دوبئ میں محترمہ بے نظیر بھٹو سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں PPP کی طرف سے محترمہ کے علاوہ مخدوم امین فہیم اور فتح محمد حسنی بھی موجود تھے۔ اس ملاقات میں اصولی طور پر یہ طے پایا کہ اپنی اپنی سیاسی سوچ سے وابستہ رہتے ہوئے ملک وقوم کو آئین اور جمہوریت کی طرف واپس لانے کے لئے مشترکہ جدوجہد کی جانی چاہیے اور ملک کی تمام سیاسی قوتوں کو بحالی جمہوریت کے لئے ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر مل بیٹھنا چاہیے۔ ظفر علی شاہ نے وطن واپسی کے فوراً بعد مجھے اور دیگر پارٹی رہنماؤں کو PPP سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا تاکہ میں میاں صاحب کو اس پیش رفت سے آگاہ کر سکوں اور ان کی ہدایات پارٹی کے دیگر اکابرین تک پہنچا دوں۔

پارٹی کے عہدیداروں کو G,D,A سے مذاکرات کے متعلق صورتحال سے آگاہ کرنے کے بعد اکتوبر کے تیسرے ہفتہ میاں صاحب نے ایک تین رکنی کمیٹی قائم کی جس کا یہ مینڈیٹ تھا کہ وہ تمام سیاسی قوتوں کو ایک جمہوری ایجنڈے پر لے کر آئے۔ اس کمیٹی میں راجہ ظفر الحق، سرانجام خان اور ظفر علی شاہ شامل تھے۔ جس دن میاں صاحب نے اس کمیٹی کے قیام کا اعلان کیا اس دن راجہ ظفر الحق نے چودھری شجاعت سے ملاقات کی تاکہ ان کی تمام منفی سرگرمیوں کے باوجود ان کو ان معاملات میں اعتماد میں لیا جائے اور پارٹی اتحاد کو کسی بھی خطرے سے محفوظ رکھا جائے۔

20 اکتوبر کو راجہ ظفر الحق، سرانجام خان، جاوید ہاشمی اور ظفر علی شاہ کی نوابزادہ نصر اللہ مرحوم سے ملاقات ہوئی اور ملک کو درپیش بحران میں سیاسی جماعتوں کے کردار کو متحرک

کرنے اور مثبت سمت میں پیش قدمی کے حوالے سے مشترکہ جدوجہد پر اتفاق رائے کا اظہار کیا گیا۔

اگلے دن ہی ہم خیالوں کا اجلاس خورشید قصوری کے گھر ہوا۔ جس میں سیاسی جماعتوں کی مفاہمانہ کوششوں کو سبوتاژ کرنے کے لئے اس اتحاد کو مسترد کر دیا جو ابھی معرض وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔ اس دن ہی سندھ ہائیکورٹ کا فیصلہ طیارہ کیس میں آیا جس میں میاں صاحب کی ایک عمر قید مزید ختم کر دی گئی۔ اس فیصلے کے بعد ہم خیالوں کا ایک اور اجلاس منعقد ہوا جس میں اس فیصلے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پارٹی قیادت کے خلاف بدستور ہرزہ سرائی کی گئی، ہم خیالوں کے لارڈ اور رئیس چوہدری شجاعت، میاں اظہر اور اعجاز الحق تھے۔

بہرحال نواز شریف صاحب نے مجلس عاملہ کے نام ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اس بات پر روشنی ڈالی کہ موجودہ غیر دستوری حالات کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام سیاسی قوتیں ایک مشترکہ ایجنڈا اپنائیں تاکہ قوم کو اس آمریت کی رات کے بعد جمہوریت کی صبح دیکھنا نصیب ہو سکے۔

ماڈل ٹاؤن میں مسلم لیگ کے اجلاس بار بار منعقد ہو رہے تھے تاکہ ہر امکانی صورت کا بغور جائزہ لے کر کوئی فیصلہ کیا جا سکے اس کے ساتھ ساتھ نواز شریف صاحب کی ہدایت پر راجہ ظفر الحق صاحب نے چودھری شجاعت سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی تاکہ ان کو بھی لمحہ بہ لمحہ صورتحال سے آگاہ رکھا جائے۔ نواز شریف صاحب مسلم لیگ کے اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے امکانی حد تک ہم خیالوں کے اقدامات سے صرف نظر کر رہے تھے تاکہ جماعت کسی بھی خلفشار سے محفوظ رہے۔ مگر دوسری طرف مسند اقتدار کے حصول کی دوڑ میں شریک یہ افراد کسی بھی مفاہمانہ طرز عمل کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے بلکہ جب انہوں نے سپریم کورٹ حملہ کیس میں سزا یافتہ افراد کو توہین عدالت کی سزا مکمل ہونے پر ظہرانہ دیا تو اس میں بھی ان لوگوں کا لب ولہجہ ایسا تھا کہ اب مفاہمت کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ فخریہ لوگوں کو بتا رہے تھے

کہ آمریت سے ہمارا معاہدہ طے پا گیا ہے اور وہ اب ہم کو اقتدار میں اپنے ساتھ شریک کر لیں گے۔ 6 نومبر کو راجہ ظفر الحق سے ملاقات میں تو چوہدری برادران نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر G,D,A سے کسی مفاہمت کی کوئی بات مجلس عاملہ کے اجلاس میں ہوئی تو بدمزگی ہو گی۔ اس جارحانہ طرز عمل کے بعد بھی نواز شریف اور راجہ ظفر الحق کی طرف سے پارٹی اتحاد بچانے کی کوششیں ترک نہ کی گئیں بلکہ جب 16 نومبر کو اجلاس بلانے کا فیصلہ ہوا تو سرانجام خان نے خود فون کر کے چودھری شجاعت کو اجلاس میں آنے کی دعوت دی تا کہ اجلاس کے حوالے سے امکانی بدمزگی کو بچایا جا سکے اور مسلم لیگ میں موجود تمام دھڑوں کو فیصلہ سازی میں موقع دیا جا سکے۔

16 نومبر کو مسلم لیگ کا اجلاس ہوا جس میں چوہدری شجاعت وغیرہ نہ آئے۔ اس اجلاس میں 52 ارکان نے شرکت کی اور تمام نے ہی بحالی جمہوریت کے لئے سیاسی جماعتوں سے مفاہمت اور G,D,A کے ساتھ اسی نکتہ پر اتحاد ہونے کی توثیق کر دی۔ چوہدری شجاعت اور اعجاز الحق کے نہ آنے کے باوجود یہ فیصلہ ہوا کہ پریس بریفنگ میں ان افراد کے حوالے سے کوئی تلخ جملہ نہ استعمال کیا جائے گا۔ چنانچہ راجہ ظفر الحق نے چوہدری شجاعت اور اعجاز الحق سے رابطے جاری رکھے۔ 20 نومبر کا دن مسلم لیگ میں باقاعدہ پھوٹ ڈالنے کی خواہش رکھنے والوں کے لئے مسرت وشادمانی کا دن تھا۔ صبح 8 بجے ان گنت مسلح افراد نے مسلم لیگ ہاؤس پر قبضہ کر لیا۔ تمام ریکارڈ اور نواز شریف صاحب کی تصاویر جلا دی گئیں۔ ایک لیگی رہنما اور ملازمین کو بری طرح مارا پیٹا گیا۔ بعد میں ہم خیالوں نے ان افراد کی سربراہی کرتے ہوئے مسلم لیگ ہاؤس اسلام آباد پر بھی قبضہ کر لیا اور اس تمام سانحہ کے پس پردہ اسرار کو آشکارا کر دیا۔ اس صورتحال میں عاملہ کا اجلاس میری رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ G,D,A سے معاملات طے کرنے کے لئے 6 رکنی کمیٹی قائم کی گئی جس میں سرانجام خاں کو مسلم لیگ ہاؤس پر قبضہ کرنے والوں کے خلاف کارروائی کا اختیار دے دیا گیا۔ ہم نے اتمام حجت کے طور پر اس وقت بھی جاوید ہاشمی، تہمینہ دولتانہ اور سعد رفیق کو

چوہدری شجاعت کے گھر بھیجا جہاں دیگر ہم خیال بھی موجود تھے مگر انہوں نے 5 مطالبات رکھ دیئے بلکہ بہ الفاظ دیگر عاملہ کے اجلاس میں شرکت سے انکار کر دیا۔

اس صورتحال سے ہم گھبرا گئے، ہم پرویزی آمریت کی اس خواہش کو کبھی پورا نہیں ہونے دینا چاہتے تھے مگر سیاسی طاقتیں ایک میز پر اکٹھی نہ بیٹھ سکیں۔ اس لئے اگلے روز ہی مسلم لیگ کا ایک وفد نوابزادہ نصر اللہ مرحوم سے ملا تاکہ اس مفاہمانہ فضا کو حقیقت کے قالب میں ڈھالنے کے لئے اقدامات کیے جائیں۔ اس ملاقات میں کم وبیش تمام امور طے کر لئے گئے تاکہ آئندہ مشکلات پیش نہ آئیں۔

پارٹی میں خلفشار کو روکنے کے لئے نواز شریف صاحب اور راجہ ظفر الحق ابھی تک تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ راجہ ظفر الحق نے معاملات کو حل کرنے کے لئے ایک 5 رکنی مصالحتی کمیٹی قائم کی جس کے ارکان وسیم سجاد، الٰہی بخش سومرو، گوہر ایوب، سرتاج عزیز اور ممنون حسین تھے۔

26 نومبر کو G,D,A نے اس بات کا باضابطہ فیصلہ کر لیا کہ مسلم لیگ اور ان کا سفر اب مشترکہ ہوگا۔ چنانچہ 3 دسمبر کو G,D,A کی جگہ اے آر ڈی کا قیام عمل میں آیا اور ایک ضابطہ اخلاق کی منظوری دی گئی اور کہا گیا کہ آئین میں طے شدہ طریقہ کار کے علاوہ کسی بھی طرح کی ترمیم کو تسلیم نہیں کریں گے۔ خیال رہے کہ اس وقت متحدہ قومی موومنٹ بھی اے آر ڈی کا حصہ تھی۔ میں بھی اس اجلاس میں شامل تھی مگر اچانک پتہ چلا کہ بڑے میاں صاحب کی طبیعت سخت خراب ہے۔ چنانچہ میں فوراً اجلاس کے دوران ہی چلی گئی۔ اس طرح سے پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جمہوری اتحاد وجود میں آیا۔

تقاریر

چوہدری شجاعت کے گھر بھیجا جہاں دیگر ہم خیال بھی موجود تھے مگر انہوں نے 5 مطالبات رکھ دیئے بلکہ بہ الفاظ دیگر عاملہ کے اجلاس میں شرکت سے انکار کر دیا۔

اس صورتحال سے ہم گھبرا گئے، ہم پرویزی آمریت کی اس خواہش کو کبھی پورا نہیں ہونے دینا چاہتے تھے مگر سیاسی طاقتیں ایک میز پر اکٹھی نہ بیٹھ سکیں۔ اس لئے اگلے روز ہی مسلم لیگ کا ایک وفد نوابزادہ نصر اللہ مرحوم سے ملا تاکہ اس مفاہمانہ فضا کو حقیقت کے قالب میں ڈھالنے کے لئے اقدامات کیے جائیں۔ اس ملاقات میں کم وبیش تمام امور طے کر لئے گئے تاکہ آئندہ مشکلات پیش نہ آئیں۔

پارٹی میں خلفشار کو روکنے کے لئے نواز شریف صاحب اور راجہ ظفر الحق ابھی تک تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ راجہ ظفر الحق نے معاملات کو حل کرنے کے لئے ایک 5 رکنی مصالحتی کمیٹی قائم کی جس کے ارکان وسیم سجاد، الٰہی بخش سومرو، گوہر ایوب، سرتاج عزیز اور ممنون حسین تھے۔

26 نومبر کو G,D,A نے اس بات کا باضابطہ فیصلہ کر لیا کہ مسلم لیگ اور ان کا سفر اب مشترکہ ہوگا۔ چنانچہ 3 دسمبر کو G,D,A کی جگہ اے آر ڈی کا قیام عمل میں آیا اور ایک ضابطہ اخلاق کی منظوری دی گئی اور کہا گیا کہ آئین میں طے شدہ طریقہ کار کے علاوہ کسی بھی طرح کی ترمیم کو تسلیم نہیں کریں گے۔ خیال رہے کہ اس وقت متحدہ قومی موومنٹ بھی اے آر ڈی کا حصہ تھی۔ میں بھی اس اجلاس میں شامل تھی مگر اچانک پتہ چلا کہ بڑے میاں صاحب کی طبیعت سخت خراب ہے۔ چنانچہ میں فوراً اجلاس کے دوران ہی چلی گئی۔ اس طرح سے پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جمہوری اتحاد وجود میں آیا۔

1971ء کی جنگ جس کے نتیجے میں مملکت خداداد پاکستان دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک خوفناک سازش تھی اگر کوئی محبّ وطن سقوط ڈھاکہ کے بعد تحقیقاتی کمیشن کا مطالبہ کرتا تو وقتی مشکلات کے باوجود وہ قوم کو حقائق سے آگاہ کروا جاتا۔ سقوط ڈھاکہ پر کمیشن بنا مگر اس کی رپورٹ آج تک منظر عام پر نہ آسکی۔ اسی لئے کارگل کے آپریشن پر میں نے انکوائری کا مطالبہ کیا تاکہ خون شہیداں رائیگاں نہ جائے اور قوم کے سامنے کارگل کی مہم جوئی کی ضرورت اور اس کے نتائج واضح ہوسکیں۔

خوفناک سازش

کارگل پر بات کرنے سے پہلے میں یہ ضروری سمجھتی ہوں کہ 1971ء کی جنگ کے نتیجہ میں مملکت خداداد پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی سازش کو بے نقاب کروں۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد اگر کوئی محبِّ وطن کسی کمیشن کا مطالبہ کرتا تو وقتی طور پر تو وہ پابند سلاسل ہو جاتا مگر قوم کو حقائق سے آگاہ کروا جاتا۔ سقوط ڈھاکہ پر کمیشن تو بنا مگر اس کی رپورٹ آج تک کسی آمر کے ہاتھوں دبی ہوئی ہے۔ یہ عظیم ملک برصغیر کے اندر لا تعداد قربانیوں اور شہداء کے خون سے حاصل کیا گیا تھا۔ اس کے پیچھے برصغیر کے اولیاء اللہ کی دعائیں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنی امت پر خصوصی کرم تھا کہ اس خطے میں نہتے مسلمانوں نے اپنے لئے ملک حاصل کیا۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اس کے پیچھے قلندر لاہور ڈاکٹر اقبالؒ کا دو قومی نظریہ مضمر تھا۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خلوص نیت اور قابلیت شامل تھی۔ کروڑوں ماؤں اور بہنوں کی دعائیں شامل حال تھیں اور میرے کئی بھائی اور بیٹوں کا اللہ کی رضا کے لئے خون دینا شامل تھا۔ اس ملک کو حاصل کرنے کے لئے آگ اور خون کے کئی دریا عبور کرنے پڑے، عصمتیں لٹیں، گردنیں نیزوں پر چڑھیں، سینوں نے برچھیاں کھائیں مگر افسوس صد افسوس اس پوری تاریخ کو پیچھے رکھ کر اس وقت کے ایک آمر نے اپنے چند حواریوں کے ساتھ اقتدار کے نشہ میں چور ہو کر بلکہ شراب کے نشہ میں چور ہو کر اس سلطنت خداداد پاکستان کو تھوڑے سے دنوں کی جنگ کے نتیجے میں دو حصوں میں تقسیم کروا دیا بلکہ ایک جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ صرف اور صرف اپنی آمریت کو طول دینے کے لئے وقت

کے میر جعفر اور صادق نے نہ صرف ملک کے دو حصے کیے بلکہ ایک سازش کے تحت ایک لاکھ کے قریب ہمارے سپوت جو سروں پہ کفن باندھ کر گئے تھے، میدان جنگ میں بے یارو مددگار چھوڑ دیے گئے جس کے نتیجے میں انہیں دشمن کی اذیت ناک جیلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر اس وقت کوئی محبِّ وطن سقوط ڈھاکہ کی انکوائری کا مطالبہ کرتا اور اس انکوائری کو منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو جاتا تو میں وثوق سے کہتی ہوں کہ آج کارگل جیسے آپریشن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے کوئی بھی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص ہزار بار سوچتا۔ اگر اس سقوط ڈھاکہ کے سول، فوجی، سیاسی اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے ذمہ داروں کو منظر عام پر لا کر ان کو قرار واقعی سزائیں دی جاتیں تو اس کے بعد کسی بھی آمر یا طالع آزما کو ملک کی سالمیت سے کھیلنے کی جرأت نہ ہوتی۔ ملک عظیم قربانیوں کے نتیجہ میں بنتے ہیں۔ ان سے آمر اور طالع آزما کھلونے کی طرح کھیلتے نہیں ہیں۔

مگر جناب ریٹائرڈ جنرل صاحب! اس دفعہ شہداء کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ آپ کی اس سرکش مہم جوئی کو ضرور قوم کے سامنے بے نقاب کریں گے کہ اتنا بڑا اقدم کیونکر اٹھایا گیا؟ یہ 1971ء نہیں 2000ء ہے اور قوم اس جواب کی منتظر ہے۔ اس دفعہ فیصلہ ہو کر رہے گا۔ کارگل پر کمیشن بنانا ہی پڑے گا اور ذمہ دار لوگوں کو اس کا سامنا کرنا ہوگا۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ تقریباً 500 سے زائد میرے بھائیوں اور بیٹوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا، اللہ سے کیا ہوا وعدہ نبھایا، ان کی قربانی کو رائیگاں نہیں ہونے دیں گے۔ آج قوم کے ذہن میں مختلف خدشات اور سوالات ابھر رہے ہیں:

کیا یہ کارگل ایکشن ملک پر کوئی بڑی جنگ مسلط کرنے کا پیش خیمہ تو نہیں تھا؟

کیا یہ کارگل ایکشن ملک کی معاشی حالت کو تباہ کرنے کی منصوبہ بندی تو نہ تھا؟

کیا یہ کارگل ایکشن مسئلہ کشمیر کو سبوتاژ کرنے کی کوئی سازش تو نہیں تھا؟

کیا کارگل ایکشن پاک فوج کی عسکری قوت کو نقصان پہنچانے کی ناکام کوشش تو نہیں تھا؟

کیا یہ کارگل ایکشن پاکستان کی خارجہ پالیسی کو دنیا میں، بالخصوص اسلامی ممالک میں ناکام کرنے کا کوئی منصوبہ تو نہ تھا؟

کیا معیشت کو ہمیشہ کے لئے سودی نظام کے تسلط میں رکھنے کا کوئی ایسا پروگرام تو نہ تھا؟ جس کے نتیجہ میں قوم ورلڈ بنک، آئی ایم ایف اور دوسری عالمی مالیاتی اداروں کی زنجیروں میں جکڑی رہے۔

قوم کے ذہن میں مختلف سوالات آرہے ہیں، ان کا جواب کوئی غیر جانبدار کمیشن بنے گا تو منظر عام پر آئے گا۔ میری پاک دھرتی کے جانبازوں کے خون کا حساب کون دے گا؟ ریٹائرڈ جنرل! تمہاری خودسر پلاننگ سے آج میری کتنی بہنیں بیوہ اور کتنے بچے یتیم ہوئے ہیں۔

ان سوالوں کا جواب ہم حکومت کے خودساختہ ترجمان سے نہیں سننا چاہتے کیونکہ ترجمان پر اب یقین نہیں رہا۔ جس ترجمان، سپرسیڈ بریگیڈئر کو میرٹ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے ''اعلیٰ کارکردگی'' کی بناپر میجر جنرل کے عہدہ پر فائز کیا گیا ہو اس ترجمان سے کیا خیر کی توقع کی جاسکتی ہے۔ فوج میں بہت سے قابل بریگیڈئر ہیں جو جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہیں، مگر ایسے شخص کو ترجمان کی ذمہ داری دے کر ISPR کا انچارج لگایا گیا ہے جس کا کام صرف اور صرف شریف فیملی کی کردارکشی کرنا ہے۔ ہم ایسے سپرسیڈ بریگیڈئر کی ترجمانی نہیں مانتے۔ کیا فوج میں اس عہدہ کے لئے اور کوئی ذمہ دار آفیسر نہیں؟ ہاں میرے ہزاروں بھائی ہیں مگر افسوس کہ وہ کسی فرد واحد کے غلام بننا پسند نہیں کرتے۔ ''محنت اور لوگ کریں، مزے ترجمان کریں'' ایسے ترجمان کی طرف سے کوئی بھی بیان حقیقت پر مبنی تصور نہ کیا جائے۔ قوم کو صرف ایک غیر جانبدار کمیشن کی رپورٹ کا انتظار ہے۔ اگر سچائی ہے تو ہمارے سوالوں کا جواب دیں۔ میں ریٹائرڈ جنرل کو چیلنج کرتی ہوں کہ وہ ٹیلی ویژن پر آکر ہمارے سوالوں کا جواب دے کر قوم کو مطمئن کریں اور ہمارے ساتھ کارگل ایشو پر مناظرہ کریں۔ یہ میرا کھلا چیلنج ہے۔ ورنہ اپنے لئے راستہ کا تعین کریں۔ جو قوم کا مخلص ہے تمہاری قید میں ہے۔

اس کی زندگی کو تم سے خطرہ ہے بلکہ تم سے تو سالمیت پاکستان کو بھی خطرہ ہے۔ وہ سلاخوں کے پیچھے بیٹھ کر بھی وطن اور اسلام کی سربلندی کی بات کرتا ہے۔ کارگل پر نواز شریف کا کمیشن بنانے کا مطالبہ مستقبل میں ملک کے خلاف سازش کرنے والوں کا راستہ روکنا ہے۔

بجٹ آچکا ہے۔ غریب کا خون مزید چوسا جائے گا، گھر گھر چولہے ٹھنڈے پڑے ہوئے ہیں، ریٹائرڈ جنرل کو غیر ملکی دوروں سے فرصت نہیں۔ موجودہ حکومت کے بے سود بیرونی دوروں کی تعداد ہمارے وقت سے تین گناہ زیادہ ہے اور اس پر یہ کہ سارے دورے بن بلائے ہیں۔ دوران سفر جو لوگ ساتھ جا رہے ہوتے ہیں، ذرا قوم کو ان کے ناموں کی لسٹ بھی دکھا دیں کہ جناب کی رفیق سفر کون سی عظیم شخصیات ہیں اور ان کا حکومت اور سیاسی معاملات سے کیا تعلق ہے؟ اگر دینی مدارس کو چھیڑا گیا تو حکومت کو اس کا پورا پورا حساب دینا پڑے گا۔ دینی مدارس کو بچانے کے لئے ہم کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اسلام اور تبلیغی مراکز ہی تو ہمارا اثاثہ ہیں۔ پہلے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رکیک حملے کیے گئے، حال ہی میں وزیر داخلہ نے ایک شرمناک بیان دے کر دو قومی نظریے کا مذاق اڑایا۔ اب یہ لادینی حکومت اسلامی مدارس کے پیچھے پڑ کر اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ حکومت کو غیر مسلم قوتوں کے ایجنڈے پر کام کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ جن کے اشاروں پر حکومت کام کر رہی ہے، وہ اور یہ خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔

نواز شریف صاحب کبھی قومی امور کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے تو وہ قرآن وسنت سے رہنمائی حاصل کر کے کرتے تھے۔ نفل ادا کر کے استخارہ کرتے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے جو رہنمائی ہوتی اس کے مطابق قومی مفاد میں فیصلہ کرتے، ایٹمی دھماکہ کرتے وقت نواز شریف صاحب نے نفل پڑھے، استخارہ کر کے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کی کہ

”جہاں تک ہو سکے اپنے دشمن کے مقابلے میں بھرپور عسکری طاقت کے ساتھ تیار رہو“۔

کچھ لوگوں کے ساتھ نہ دیتے ہوئے بھی نواز شریف صاحب نے ملک کی بہتری کے

لئے ایٹمی دھماکہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان کو دنیا کی چھٹی اور اسلامی دنیا کی پہلی ایٹمی قوت بنا دیا۔ اس شخص کی ملک کے ساتھ محبت اور وابستگی میں کوئی شک نہیں کرسکتا۔ انہوں نے کئی دفعہ ملک کو بچانے کے لئے اپنے اقتدار کی قربانی دی۔ اس دفعہ بھی ملک کی سلامتی کو جب خطرہ لاحق ہوا تو نواز شریف نے اپنے اقتدار کی قربانی دے کر اپنا ملک بچالیا۔ ایک سچے مسلمان اور پاکستانی ہونے کے ناطے نواز شریف یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ناپختہ سوچ رکھنے والے لوگوں کے خلاف ضرور انکوائری ہونی چاہیے اور غلط پلاننگ کی وجہ سے ملک کو جو جانی اور مالی نقصان ہوا اس کا ازالہ ایسے لوگوں کو منظر عام پر لا کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس دفعہ میں ضروری سمجھتی ہوں کہ کارگل پر کمیشن مقرر کر کے یہ ثابت کر دیا جائے کہ پچھلے باون سالوں میں وہ کون سے بدبخت لوگ ہیں؟ جن کی وجہ سے پاکستان کو نقصان پہنچ رہا ہے اور یہ ملک کب تک آمریت کا متحمل رہے گا؟ ہم چودہ کروڑ عوام کی رائے پر فرد واحد کی ناپختہ سوچ کو کبھی مسلط نہیں ہونے دیں گے۔ کارگل کمیشن سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ ملک کے لئے قربانی دینے والا تو آج پابند سلاسل ہے اور ملک کے وقار کو خراب کرنے، قومی دولت لوٹنے، قیمتی جانوں کو قربان اور سالمیت کو خطرے میں ڈالنے والے خود ساختہ حکمران بنے بیٹھے ہیں، وہ نہ صرف دوقومی نظریہ کے لئے خطرہ ہیں بلکہ پاکستان کے اندر اسلامی نظریہ و فکر کے لئے بھی خطرہ بن چکے ہیں۔ ہم پاکستانی ہیں، ہمارا جینا مرنا پاکستان کے لئے ہے اور یہ خود ساختہ حکومت اپنی باقی ماندہ ریٹائرڈ لائف یورپ کے کسی بیچ (Beach) پر گزارنے کا پروگرام بنا چکی ہے، ان کا یہ سہانا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ میں پورے وثوق کے ساتھ قوم کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ قوم انہیں بھاگنے نہیں دے گی اور انہوں نے ملک کو جو نقصان پہنچایا ہے ہم اس کا پورا حساب لے کر چھوڑیں گے۔

میاں نواز شریف نے اپنی حکومت پر 12 اکتوبر کے شبخون، شدید انتقامی کارروائیوں، کردار کشی کی سرکاری مہم اور پھر طیارہ ہائی جیکنگ کے جھوٹے مقدمہ میں عمر قید کی سزا سننے کے باوجود کارگل کے مسئلہ پر اپنے لب سی لئے تھے۔ وہ تمام تر ظلم و زیادتی کا حوصلے اور صبر

سے مقابلہ کرتے رہے۔ 9 جون کو ایک سوال کے جواب میں اٹک میں انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ ''کارگل پر ناکام مہم جوئی کے باعث آج پرویز مشرف کو بھارتی حکمرانوں سے مذاکرات کی درخواستیں کرنا پڑ رہی ہیں''۔ اگلے ہی روز حکومتی ترجمان نے ایک شرمناک اور لغو تفصیلی بیان جاری کیا جس میں نہ صرف یہ کہ کارگل میں ناکامی کی تمام تر ذمہ داری نواز شریف کے کندھوں پر ڈال دی بلکہ صدر کلنٹن سے ملاقات کو نواز شریف کی قلابازی قرار دیا، ان پر غداری اور واجپائی سے دوستی کے شر انگیز الزامات عائد کیے۔ اعلان لاہور کی مخالفت کی، میاں صاحب پر شہداء کے لہو سے بے وفائی کے جھوٹے اور بیہودہ الزامات لگائے۔ 12 جون کو سرکاری ترجمان کے کلی طور پر شرمناک، بے بنیاد اور حقائق کے منافی اس بیان کے جواب میں میاں نواز شریف کو بعض حقائق سے پردہ اٹھانا پڑا۔ اس دن سے لے کر آج تک پرویز مشرف اور اس کے پروپیگنڈہ ماہرین جھوٹ بولتے چلے آرہے ہیں اور انہوں نے جھوٹ بولنے کی تمام سرحدیں پار کرلی ہیں۔ اسی لئے مجھے آج چند اہم باتوں پر، اہم نکات پر واضح گفتگو کرنا پڑی۔ میاں نواز شریف اور ان کی جماعت پاکستان مسلم لیگ کارگل اور دراس سیکٹرز میں معرکہ کارگل کے دوران شہید یا معذور ہونے والے قوم کے سپوتوں کی عظیم قربانی کو سلام کرتی ہے، کارگل کے شہداء اور غازی وطن عزیز کے مایہ ناز فرزند ہیں۔ انہوں نے اپنے فرائض کی بجا آوری اور مادر وطن کے دفاع کے لئے اپنی جانوں اور جسموں کا نذرانہ پیش کیا، یہی وجہ ہے کہ ان کی عظیم قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جناب نواز شریف (معرکہ کارگل پر اعتماد میں نہ لئے جانے کے باوجود) بطور وزیر اعظم لائن آف کنٹرول کے دوروں پر بھی گئے اور شہداء اور غازیوں کو اعلیٰ اعزازات سے بھی نوازا۔ کارگل پر پرویز مشرف اور ان کے چند ساتھیوں کی ناقص منصوبہ بندی اور غلط فیصلوں کی سزا کسی طور پر بھی شہیدوں اور غازیوں کو نہیں دی جاسکتی تھی۔ میاں نواز شریف کے حالیہ بیانات سے مجاہدین یا پاک فوج کے شہداء کی توہین کے پہلو اخذ کرنے کی بے بنیاد سرکاری کوشش بجائے خود شہداء کی توہین کے مترادف ہے۔ میاں نواز شریف نے پرویز مشرف کی

مشاورت سے صدر کلنٹن سے رابطہ قائم کیا تھا۔ یہاں تک کہ امریکہ روانگی سے چند لمحے قبل ایئر پورٹ پر بھی وزیر اعظم نے پرویز مشرف سے اہم صلاح مشورے کیے۔ یہی وجہ ہے کہ پرویز مشرف نے فوجی یونٹس میں جا جا کر یہ بیانات دیئے کہ وزیر اعظم کا امریکہ جانا قومی مفاد کے عین مطابق ہے۔ چند اہم فوجی چوکیوں کے ہاتھ سے نکل جانے اور ازاں بعد ایک باقاعدہ جنگ سے قوم کو بچانے کے لئے وزیر اعظم نے یہ تدابیر اختیار کیں۔ کیونکہ سیاسی اور عسکری قیادت سے مشاورت کے بغیر از خود پرویز مشرف اور چند افراد کی کارگل پر ناقص منصوبہ بندی نے پاکستان کو بیچ منجدھار لا کھڑا کیا تھا۔ اگر جنگ بندی نہ ہوتی تو پاکستان کے بدخواہ اور اسلام کے دشمن اکٹھے ہو کر ہمیں دنیا میں تنہا کر کے ایٹمی دھماکوں کا سبق سکھانے کیلئے تیار کھڑے تھے۔ میاں نواز شریف نے ملک، قوم اور افواج کے وسیع تر مفاد میں اپنی ذاتی مقبولیت کو داؤ پر لگا کر سب کو بچا لیا۔ اگر نواز شریف کا امن کا راستہ غلط تھا تو آج معرکہ کارگل کے ڈیزائنر مسئلہ کشمیر سمیت دیگر تنازعات کے حل کیلئے امن اور مذاکرات کا راستہ کس بنیاد پر اختیار کر رہے ہیں؟ انہیں بھارت کے خلاف طاقت کے استعمال سے کس نے روکا ہے؟ پرویز مشرف! وضاحت کرو کہ کارگل کی لڑائی نے قوم کو کیا دیا؟ مسئلہ کشمیر پر پیشرفت کیوں رک گئی؟ پاکستان پوری دنیا میں تنہا ہوا۔ قومی سلامتی داؤ پر لگ گئی۔ قومی مفادات کا سودا نواز شریف نے نہیں پرویز مشرف نے کیا ہے۔ نواز شریف نے تو صرف اور صرف وسیع تر قومی مفاد میں کارگل مہم کے دوران ان کی غلطیاں اپنے سر لیں۔ قوم کا سامنا بھی کیا اور تن تنہا دنیا کی بین الاقوامی برادری کا سامنا بھی کیا۔ مگر تم نے کیا کیا؟ تم نے فقط اپنا عہدہ بچانے کیلئے سارے جمہوری نظام کو تہ و بالا کر ڈالا۔ جمہوری حکومت کے خاتمہ کیلئے پہلے امن کے عمل کو سبوتاژ کیا اور اب قومی غیرت کے منافی اقدام کرتے ہوئے مغرب زدہ خواتین کے ذریعہ پاک بھارت کشیدگی کے خاتمہ کیلئے ایڑیاں رگڑتے ہو۔ فراڈ ہم نے نہیں کیا، فراڈ وہ ہے جو تم اصلاح احوال کے نام پر ملک و قوم اور مسلح افواج سے کر رہے ہو۔ افواج پاکستان اور عوام کے مابین نفرت اور تلخیوں کے بیج بو رہے ہو۔

ایک پیغام مجھے آج بھارتی حکمرانوں کو بھی دینا ہے۔ وزیراعظم واجپائی سن لو! پاکستان کو اندرونی عدم استحکام کا شکار دیکھ کر، پاکستان میں ایک کمزور غیر آئینی حکومت پا کر ہمارے پیارے وطن پر جارحیت مسلط کرنے کی جرأت نہ کرنا۔ اگر تم نے یہ ناپاک جسارت کرنے کی کوشش کی تو 15 کروڑ پاکستانی اپنے اختلافات بالائے طاق رکھ کر تمہارے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جائیں گے۔ پاکستان کے دفاعی بجٹ میں کمی بھارتی مظالم کے خلاف ہماری قومی وحدت کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ قوم نواز شریف کی قیادت میں کسی بھی بیرونی جارحیت کے مقابلہ کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔ یہ رسم اب ختم ہونی چاہیے، ایسے تمام راز، جن سے فرد واحد کی نالائقیوں اور نااہلیوں کا پتہ چلتا ہو، قوم کو بتا دینے چاہیں اور یہ آئندہ آنے والے حکمرانوں کا وطیرہ ہونا چاہیے کہ وہ کسی شخص کی نالائقی کو چھپانے کے لئے راز نہ بنائے۔ ذاتی مفادات کے لئے ملک کو نقصان پہنچانے کی پالیسی اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک ہر روز قوم کو نہیں بتایا جائے گا۔ آصف نواز نے 16 مجرموں کو چھڑوایا۔ قوم کو اسی وقت خبر ہو جاتی تو مجرم چھوٹ نہ پاتے اور آصف نواز نے جو فائدہ اٹھایا، نہ اٹھا پاتے۔ پاکستان کی بدقسمتی دیکھئے! جن کو آئین توڑنے کی سزا ملنی چاہیے وہ حکمرانی کر رہے ہیں اور جو محبّ وطن اور ملک کی خدمت کرنے والے ہیں ان کو جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔ پرویز مشرف حلف توڑ کر، آئین توڑ کر چیف ایگزیکٹو بن گیا ہے۔ نواز شریف نے حقیقت بیان کی تو اس پر غداری کا مقدمہ چلانا چاہتے ہیں۔ بس کسی طرح پرویز مشرف کی زخمی انا کی تسکین ہونی چاہیے، غداری کے مقدمے بناؤ اور نواز شریف کو آٹھ گھنٹے ہتھکڑیاں لگاؤ، پرویز مشرف کو اس کے ہر غلیظ اقدام پر فاتح پاکستان تسلیم کرو اور واہ واہ کرو۔ میں نے ان کی ہتھکڑیاں لگی زخمی کلائیوں پر پٹی کرتے ہوئے سوچا کہ پرویز مشرف! اپنے جن جرائم پر پردہ ڈالنے اور اپنے جن ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے تم نے ان ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی ہیں، انشاءاللہ تم کبھی ان ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہو سکو گے، انشاءاللہ تم مسئلہ کشمیر کو حل ہونے سے روک سکو گے اور نہ ہی اسلامی جمہوریہ پاکستان سیکولر اسٹیٹ بنے گا۔ (خطاب: 18 جون، 2000ء)

خود ساختہ فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کے غیر نمائندہ بجٹ کے خلاف سب سے پہلے میں نے ہی آواز حق بلند کی۔ پاکستان کی داخلی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش سے بھارت کو باز رہنے کا مشورہ دیتے ہوئے پاکستان کی حکومت کو دراس، بٹالک اور کارگل کے بارے میں غیر جانبدار انکوائری کمیشن مقرر کرنے اور مہنگائی کے خاتمے کے لئے اقدام کرنے کو بھی کہا اور مشرف حکومت کو اسلام کے لئے نیا خطرہ قرار دیا۔ سیاسی قوتوں کے اتحاد کے حوالے سے میں نے کہا:

اسلام کے لئے نیا خطرہ

"خود ساختہ حکومت غیر مسلموں کے ایجنڈے پر بڑے زور و شور سے کام کر رہی ہے۔ پہلے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قانون میں تبدیلی کا ناپاک ارادہ کیا، پھر سیکولر سٹیٹ بنانے کا ارادہ کر کے دو قومی نظریہ کا مذاق اڑایا۔ آج کل جس طرح حکومت ہمارے دینی مدارس کے پیچھے پڑ کر، غیر ملکی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے تو میں اس خود ساختہ حکومت کو یہ باور کرانا چاہتی ہوں کہ دینی مدارس اور تبلیغی مراکز ہمارا اثاثہ ہیں۔ یہی تو اسلام کی تبلیغ کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر آج برصغیر میں اسلام نظر آ رہا ہے تو یہ دینی مدارس اور اولیاء اللہ کی تبلیغ کا ہی فیض ہے۔ اگر اس حکومت نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ہمارے کسی اسلامی ورثے پر ہاتھ ڈالا تو یاد رکھو اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ یہ تمہیں وہ وقت بتائے گا جب بچہ بچہ سر پر کفن باندھ کر تمہارے مقابلے کے لئے باہر آ جائے گا۔ 12 اکتوبر، یوم سیاہ کے بعد جس طرح 14 کروڑ عوام کی عزت نفس سے کھیلا گیا، سیاسی قیدیوں کو تھانوں سے نکال کر ٹارچر سیل میں ان پر تشدد کیا گیا اور عوام کے نمائندوں کو جس برے طریقے سے اذیتیں دی گئیں، لگتا تھا کہ وہ اپنے ملک کی کسی جیل میں نہیں بلکہ کسی دشمن ملک کے ہاتھ لگے ہوئے ہیں۔ یہ کس کا ایجنڈا ہے اور ٹارچر سیل میں کیا ثابت کرنا چاہتے تھے؟ اپنی ناپختہ سوچ کی وجہ سے اس حکومت نے 14 کروڑ عوام کی عزت نفس کو مجروح کیا، خواتین کو تھانوں میں بند کیا، تاجروں کو دفتروں میں گولیوں سے چھلنی کیا، زمینداروں کو مارکیٹ اور منڈی کے چکر لگوا لگوا کر تھکا دیا، رشوت اور سفارش کا نیا دور شروع ہو گیا۔ عوام کی

بات حکومت تک پہنچنا گویا چاند پر پہنچنے کے مترادف ہوگئی۔ آمریت نے عوام کے راستے میں دیواریں کھڑی کردیں اوران کی جائز کاموں تک رسائی بھی ختم ہوگئی۔ یہ اس حکومت کا پچھلے آٹھ مہینوں میں عوام کے لئے تحفہ ہے۔

اللہ کا بڑا کرم ہوا کہ کپاس کی ریکارڈ پیداوار ہوئی مگر پوچھیں ان زمینداروں سے کہ کپاس کاشت کر کے وہ کتنی مشکلات سے گزر رہے ہیں۔ آج ملک میں گندم ہماری حکومت کی محنت کے نتیجہ میں عوام کی ضرورت سے بھی زیادہ ہے، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ زمیندار کی گندم سڑکوں پر پڑی ہے اور حکومت کی ناقص پالیسی کی وجہ سے نہ تو زمیندار کو گندم کا ریٹ پورا مل رہا ہے اور نہ ہی زمیندار کو سٹور کرنے کی سہولتیں میسر ہیں۔ باردانہ سفارش اور رشوت کے بغیر نہیں ملتا۔ نواز شریف نے گندم میں پاکستان کی خود کفالت کے خواب کو عملی جامہ پہنایا تھا۔ موجودہ حکمرانوں کی نااہلی نے ان کی اور میاں شہباز شریف کی محنت پر پانی پھیر دیا۔

ریٹائرڈ جنرل کو بے سود غیر ملکی دوروں سے فرصت نہیں۔ جیسے روم جل رہا تھا اور نیرو بانسری بجا رہا تھا۔ اسی طرح ملک میں ہر جگہ لوٹ سیل لگی ہوئی ہے۔ غریب، غریب سے غریب تر ہو رہا ہے اور جنرل کو باہر کے دوروں کی پڑی ہے۔ اس صدی کا یہ بہت بڑا سانحہ ہے کہ ملک کے وزیر خزانہ نے اپنی جیب میں استعفیٰ رکھ کر بجٹ بنایا۔ بجٹ تو نام کا ہے، اصل میں یہ قوم کو معاشی بدحالی میں دھکیلنے کا ایک طے شدہ منصوبہ ہے اور میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ ایسا ناقص بجٹ بنانے پر نہ صرف وزیر خزانہ بلکہ پوری حکومت کو استعفیٰ دے کر اپنی راہ لینی چاہیے۔ قوم کو بہت کچھ دکھایا گیا، دیا کچھ نہیں۔ الٹا ہر روز قوم سے بچا کچھا بھی چھین لینے کی بات ہو رہی ہے۔ اب بہت سے اور منی بجٹ آئیں گے۔ خود ساختہ چیف ایگزیکٹو کا حال ہی میں ناکام دورہ یہ ثابت کر رہا ہے کہ ملک میں پٹرول اور مہنگا ہو جائے گا۔

12 اکتوبر کی سیاہ رات کو شبخون مارنے والوں نے قوم سے من و سلویٰ لانے کے

دعوے کیے لیکن غریب کے منہ سے دو وقت کا نوالہ بھی چھین لیا۔ لاء اینڈ آرڈر تباہ کر دیا گیا۔ آج لوگ اپنے آپ کو گھروں میں بھی محفوظ نہیں پا رہے ہے۔ ملک میں خوف و ہراس کا یہ عالم ہے کہ شہری چین کی نیند نہیں سو سکتے۔ پرویز مشرف! ذرا بڑے ایوانوں سے نکل کر غریب کی جھونپڑی کی طرف نظر ڈالو اور یہ سوچو کہ 100 روپے دیہاڑی کمانے والا ٹانگہ بان اور دفتر میں ساڑھے تین ہزار پر کام کرنے والا کلرک مہینے کے تیس دن کس طرح گزارتا ہے۔ اب کچھ کر کے دکھانے کا وقت ہے، معاشی حالت کو بہتر کرنے کا وقت ہے۔ پچھلے آٹھ مہینوں میں ٹی وی اور اخباروں پر قوم کو مکے دکھانے سے مسائل بڑھے ہیں، حل نہیں ہوئے۔ جو ایجنڈا قوم کو پیش کیا تھا اس میں بری طرح ناکام ہو گئے ہو۔ تم نے ناکام تو ہونا ہی تھا کیونکہ تمہارا اصل ایجنڈا دو قومی نظریہ کی تذلیل کرنی تھی، تحفظ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قانون کو بدلنا تھا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جمہوریت کو ختم کرنا تھا۔ اور اب آہستہ آہستہ تمہاری حکومت اسلام کے لئے خطرہ بن چکی ہے۔ تمہارا ٹیلی ویژن کلچر کسی اسلامی ملک کا نہیں ہو سکتا۔ کبھی ٹی وی پر بے حیائی دکھا کر اور کبھی ہاتھوں میں کتے اٹھا کر تم پاکستانی کلچر کی توہین کر رہے ہو، اپنے آقاؤں پر کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟

تمہارے ایجنڈے کا آئٹم نمبر ایک مسئلہ کشمیر کو سرد خانے میں ڈالنا ہے، ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم نے نہ صرف تحریک پاکستان میں اپنا خون بہایا بلکہ پچھلے پچاس سال سے یہ مسلم لیگ ہی تو ہے جو کشمیر کاز کے لئے دن رات کام کرتی رہی ہے۔ ہم جہاد کشمیر پر کسی قسم کی سودا بازی قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی مسئلہ کشمیر کو سرد خانے میں ڈالنے دیں گے۔ 12 اکتوبر کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شاید شبخون کے نتیجے میں بننے والی حکومت دینی مدارس اور مسئلہ کشمیر کو ختم کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی ملک میں مارشل لاء لگا، ملک کا کوئی نہ کوئی حصہ ملک سے الگ ہو گیا یا اس پر دشمن نے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ کبھی مشرقی پاکستان کٹا اور کبھی سیاچین گلیشئر ہاتھ سے گیا۔ عوامی حکومتیں ملک بناتی ہیں اور رات کی تاریکی میں ملک کے اقتدار پر غاصبانہ

قبضہ کرنے والے ہمیشہ اسے نقصان پہنچاتے ہیں۔ مگر میں اس دفعہ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کو یہ باور کرانا چاہتی ہوں کہ اگر اس نے ہر بار کی طرح اس بار بھی اس آمر کی حکومت کو دیکھتے ہوئے ملک کی طرف میلی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کی تو یہ اس کی بھول ہوگی۔

ہم نے دفاع پاکستان کے لئے سروں پر کفن باندھے لیے ہیں۔ مسلم لیگ نے تن تنہا اس ملک کو حاصل کیا اور اللہ کے فضل و کرم سے 14 کروڑ عوام اس کا دفاع کرنا بھی جانتے ہیں۔ مسلم لیگ اور افواج پاکستان آج بھی ایک ماں کے دو بیٹوں کے نام ہیں۔ صرف ایک ریٹائرڈ شخص کو نکال کر۔ آج خطے میں ایک آمر کی حکومت کو دیکھتے ہوئے واجپائی! سن لو اگر تم نے حملے کا کوئی ناپاک ارادہ کیا تو تمہیں منہ کی کھانی پڑے گی۔ سینوں پہ بم باندھنے والا جذبہ آج بھی ہمارے خون میں بسا ہوا ہے۔ ایک شخص نے اگر سالمیت پاکستان کو خطرے میں ڈالا ہے تو وہ اکیلا اور تنہا ہے۔ باقی قوم ہر وقت کسی بھی جارحیت کے جواب کے لئے چاک وچوبند ہے۔

میں 14 کروڑ عوام کی طرف سے یہ قرارداد پیش کر رہی ہوں کہ پرویز مشرف! کارگل پر کمیشن بناؤ اور حقائق کو سامنے لاؤ۔ میں ان ماؤں، بیواؤں اور یتیموں کی صدا بن کر تمہارے سامنے کھڑی ہوں جن کے خاوند، بیٹے اور باپ تمہاری ناپختہ سوچ اور ناقص منصوبہ بندی کے نتیجہ میں شہید ہوئے۔ تمہیں شہداء کے خون کا حساب دینا ہوگا۔ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ ان لوگوں کے انجام سے سبق سیکھو، حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا نام تو قیامت تک زندہ رہے گا، مگر ان سے غداری کرنے والوں کا انجام آج تاریخ کے اوراق میں ایک عبرت کے نشان کے طور پر ہے۔

میں 8 جولائی کو اپنے ان بھائیوں کی امداد کے لئے مہم چلا رہی ہوں جو خشک سالی کی وجہ سے اپنے دیس میں بے یارو مددگار پڑے ہیں۔ میں پوری قوم سے اپیل کرتی ہوں کہ اپنے ان بھائیوں کے لئے دل کھول کر چندہ دیں۔ میں نے ایک اخبار میں ایک بے گور و کفن لاش دیکھی، حالانکہ میں چولستان اور بلوچستان کا دورہ کر کے آئی تھی۔ یہ تصویر اس

دورے کے بعد کی ہے۔ ان ناگفتہ بہ حالات کو جو قحط زدگان بھائیوں پر گزر رہے ہیں، آنکھوں سے دیکھ کر ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ میں تو حیران ہوں اور داد دیتی ہوں اپنے پریس کو کہ آمریت کے اس دور میں جب کہ ان پر گورنمنٹ نے طرح طرح کی پابندیاں لگائی ہوئی ہیں، آزادی صحافت سلب کی ہوئی ہے، پھر بھی ایک اخبار نے قحط زدہ علاقے میں ایک بے گوروکفن لاش کی تصویر کو صفحہ اول پر لگا کر یہ ثابت کر دیا کہ حکومت نے قحط زدگان کے ساتھ کیا حشر کیا ہے۔ پرویز مشرف! کس بات سے شرماتے ہو، عوام کا سامنا کیوں نہیں کرتے، مصیبت زدگان کی امداد کے لئے کیوں نہیں پہنچتے؟ اس لئے کہ یہ کام آمروں کے نہیں ہوتے۔ وہ دکھ درد میں عوام کے ساتھ کھڑے نہیں ہو سکتے۔ یہ کام تو عوامی نمائندوں کے ہوتے ہیں جن کے دل دن رات اپنی قوم کے ساتھ دھڑکتے ہیں اور ان کے دکھ درد محسوس کرتے ہیں اور جو اقتدار کو خدا کی طرف سے ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اس شخص کو عوام کا کیا دکھ درد ہو گا جس نے صرف دو لفظوں کے آرڈر کے نتیجے میں 14 کروڑ عوام سے ان کی حکومت چھین لی، ملک سے اس کا آئین چھین لیا، قوم سے ان کے لیڈر کو چھین کر سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا۔ میں ہر محب وطن سے یہ درخواست کروں گی کہ 8 جولائی کو کاروان تحفظ پاکستان کا ساتھ دے اور جن شہروں سے یہ کارواں گزرے ان سے درخواست کروں گی کہ وہ دل کھول کر قحط زدگان کی مدد کریں۔

عالمی عدالت انصاف میں اٹلانٹک طیارہ کی تباہی کے سلسلہ میں دائر کیا جانے والا مقدمہ سماعت سے پہلے ہی خارج کر دیا گیا، قوم مطالبہ کرتی ہے کہ سماعت کا ابتدائی ریکارڈ منظر عام پر لایا جائے، مقدمہ کی برخاستگی نااہل حکمرانوں اور سفارشی لیگل ٹیم کی نالائقی پر دلالت کرتی ہے۔ آج اٹلانٹک کے شہیدوں کا مقدس لہو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں؟ نواز شریف کو سازش کے تحت طیارہ کیس میں جھوٹی سزا دلوانے والے عالمی عدالت انصاف میں شہدائے پاکستان کے لئے انصاف حاصل کرنے میں مکمل طور پر ناکام رہے''۔ (خطاب: 25 جون، 2000ء)

خودساختہ طیارہ سازش کیس کا جب فیصلہ آ گیا تو قوم کو یہود ونصاریٰ کے ایک نکاتی ایجنڈے سے آگاہ کرنے کے لئے میں نے ایٹمی قوت کو بنیاد پرستی قرار دینے اور لا دینی قوتوں کی آماجگاہ بنانے کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کا عزم کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور اسلامی جہاد کے لئے کام کرنے والوں سے یکجہتی کا اظہار کیا اور یہ بتایا کہ میاں محمد نواز شریف کو اسلامی نظام کے نفاذ سے روکنے کے لئے شبخون مار کر جیل میں ڈالا گیا ہے۔ کیونکہ اگر جمہوریت ختم نہ کی جاتی تو مارچ، 2000ء میں قرآن وسنت مملکت کا سپریم لاء بن چکے ہوتے مگر لا دینی قوتوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔ یہود ونصاریٰ کے یک نکتہ ایجنڈے کے حوالے سے میں نے کہا۔

یہود ونصاریٰ کا یک نکتہ ایجنڈا

''آج ان لوگوں کو آگے لایا جارہا ہے جو پاکستان کے نام سے ''اسلامی'' کا نام نکالنا چاہتے ہیں اور جنرل مشرف کا یہ کہنا کہ ہم ایٹمی پاور بنیاد پرستوں کے ہاتھوں نہیں لگنے دیں گے، اس ریٹائرڈ جنرل نے اس ہفتے یہ بیان دے کر امت مسلمہ کے لئے ایک مسئلہ پیدا کر دیا ہے کہ بنیاد پرست کی کیا تعریف ہوسکتی ہے۔ ہر بندہ اپنے دل میں سوچ رہا ہے، شک وشبہ میں مبتلا ہے۔ ہر اسلام کا نام لینے والا تذبذب کا شکار ہے کہ یہ لادینی قوتوں کے احکام پر عمل کرنے والی خودساختہ حکومت جو صرف ون پوائنٹ ایجنڈا پر کام کر رہی ہے۔ یہ اسلام کے قلعہ پاکستان کے اندر اسلام کو کمزور کرنا اور یہود ونصاریٰ کی لائی ہوئی معاشی پالیسی کے ساتھ عالم اسلام کی جان ایٹمی پاکستان کو کمزور کرنا چاہتی ہے۔ میں آج پوچھتی ہوں ان لوگوں سے، جن کو مارچ، 2000ء میں اسلامی قانون نافذ ہوتا نظر آرہا تھا جب نواز شریف حکومت نے اس بل کو پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی سے پاس کر کے یہ ثابت کیا تھا کہ اس ملک کی خالق جماعت مسلم لیگ ہی واحد جماعت ہے جو اس کی بقا اور سالمیت کی ضامن ہے۔ الیکشن 1997ء میں کیا ہوا وعدہ مسلم لیگ حکومت نے پورا کر دکھایا اور اللہ کے حضور سرخرو ہوئے۔ آج نواز شریف جیل میں بیٹھ کر بھی اللہ کے حضور سرخرو ہیں کہ قوم سے کیے ہوئے ہر وعدہ پر وہ اور ان کی ٹیم پورا اتری۔

اصل میں ان کو جھوٹے طیارہ سازش کیس میں سزا نہیں دلوائی گئی بلکہ انہیں اس ملک کو ایٹمی قوت بنانے اور اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کی سزا دی جارہی ہے۔ آج میں ان سوئے

ہوئے لوگوں کو جگانا چاہتی ہوں جو بالواسطہ اور بلاواسطہ اسلامی قانون کی راہ میں رکاوٹ بنے، کبھی دھرنے دیتے تھے اور کبھی ''گو نواز'' کے نعرے لگاتے تھے اور غیر مسلموں سے مل کر نواز حکومت کو عارضی طور پر ختم کروالیا۔ میں ضمناً یہ بیان کرتی جاؤں کہ میں قوم کو ایک بہت بڑی خوشخبری سنانے والی ہوں کہ اللہ کا بہت کرم ہو رہا ہے، لادینی حکومت کا بستر گول ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے ایوانوں میں خودساختہ لوگ بھاگنے کا راستہ تلاش کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی منزل کا تعین بھی کر لیا ہے۔ مگر یہ بھول رہے ہیں کہ اللہ نے ان کے لئے کون سا راستہ مقدر کر رکھا ہے۔

میں ان لوگوں سے پوچھتی ہوں کہ نواز شریف حکومت کے خلاف سازش کرنے کے بدلے میں ان کو اقتدار میں طے شدہ ایجنڈے کے مطابق کوئی حصہ ملا یا نہیں؟ بظاہر تو ان کو دھتکارا گیا۔ حکومتی عہدے تو نہ ملے۔ شاید کسی مد سے کوئی فنڈز وغیرہ ان کو مل گئے ہوں۔ اب تو وہ اپنے ضمیر کی عدالت میں بے آسرا اور بے سہارا کھڑے ہیں۔ میں بقول عطا اللہ شاہ بخاری: ان سے پوچھ رہی ہوں کہ محشر کا میدان ہوگا۔ اللہ کے حضور حاضری ہوگی اور ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے منتظر ہوں گے۔ اگر وہاں کسی نے پوچھ لیا کہ خطہ پاکستان کے مسلمانو! تم نے میری رضا کے لئے کیا کام کیے اور جب میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ختم نبوت پہ ڈاکے ڈالے گئے تو تم نے کیا قربانیاں دیں؟ تم اپنے ضمیر کو تو تسلی دے سکتے ہو مگر روز محشر کا بوجھ کم نہیں کر سکتے۔ جو لوگ اسلامی قانون کی راہ میں رکاوٹ بنے وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ جب مورخ تاریخ لکھے گا تو ان کا نام کس لسٹ میں آئے گا۔

میں یہاں خودساختہ حکومت کے ایجنڈے کی وضاحت کرتی ہوں کہ ان کے نزدیک بنیاد پرست وہ ہے جس نے چہرے پہ داڑھی رکھی ہوئی ہو، پانچ وقت کا نمازی ہو، جو زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو اپنے سامنے رکھ کر فیصلے کرتا ہو، جو جذبہ جہاد سے سرشار ہو، قرآن جس کا منشور ہو اور جہاد جس کی منزل ہو۔ اگر اس کا نام بنیاد پرستی ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ ہر پیدا ہونے والا مسلمان بنیاد پرست ہے۔ اگر اللہ کے سامنے

سر بسجود رہنے کا نام بنیاد پرستی ہے تو میں سب سے بڑی بنیاد پرست ہوں۔ یاد رکھو اگر تمہیں تحریک پاکستان کے مطالعہ کا وقت ملے، وقت تو ضرور ملے گا، اس کے بعد تم فارغ ہی ہو، نظریہ پاکستان سے لے کر وجود پاکستان تک تمہیں اپنے ہیرو بنیاد پرست ہی ملیں گے۔ جنرل صاحب! آپ نے جس عسکری زندگی میں آنکھ کھولی اس کا ماٹو بھی ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اور یہ ایک سچے مسلمان کی اپنے اللہ کے ساتھ کمٹمنٹ ہے۔ پتہ نہیں کہ پچھلے 27 سال کمٹمنٹ کس کے ساتھ رہی اور آج کمٹمنٹ کس کے ساتھ نبھا رہے ہیں؟ یاد رکھو تمہاری حکومت دینی مدارس، جہادی تنظیموں اور تبلیغی مراکز کے پیچھے پڑی ہوئی ہے، نہ تو تم نمرود سے زیادہ پاورفل ہو اور نہ تمہارے پاس فرعون جتنی طاقت ہے کہ تم ایک حکم پر اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کروا لو گے بلکہ تم تو خدا کے عذاب کو دعوت دے رہے ہو۔ حقیقت میں پچھلے آٹھ مہینوں میں یہ خود ساختہ حکومت ہمارے اوپر اللہ کا عذاب ہی تو ہے۔ ڈروان کے انجام سے جو آج نشان عبرت ہیں۔

اس خود ساختہ حکومت نے آئے دن دو قومی نظریہ کو کیوں مختلف بیانات سے تنقید کا نشانہ بنایا؟ کبھی اپنے غیر مسلم آقاؤں کو مختلف بیانات سے یقین دہانی کرواتے ہیں کہ ملک میں حالات ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قانون کو بدلنے کے لئے سازگار نہیں۔ انشاء اللہ ہم آپ کو کبھی ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اگر تم نے ایسا کرنے کا ناپاک ارادہ کیا تو گھر گھر میں غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں گے۔ وہ قادر مطلق ابرہہ کے لشکر کو ابابیل سے مروا سکتا ہے، نمرود کی موت مچھر سے ہو سکتی ہے، فرعون اپنے انجام کو پہنچ سکتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ کوئی سرکش انتقام قدرت سے بھاگ نہیں سکتا۔

پاکستان کا مطلب کیا: ''لا الٰہ الا اللہ''۔ یہ ملک تو اسی بنیاد پر حاصل کیا گیا اور یہی ہماری بنیاد ہے۔ اور ہم اسی بنیاد کے پرستار ہیں۔ آج میری پاک فوج جذبہ جہاد سے سرشار، اسی بنیاد پر تو قائم ہے۔ اگر ہماری بنیاد یہی رہی تو دنیا کی کوئی بھی طاقت پاکستان کو میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی۔ ہم یکجا ہو کر، اس بنیاد کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کو مضبوط سے

مضبوط تر بنائیں گے۔

آج تمہاری حکومت بھارت کو پسندیدہ ترین ملک تسلیم کر رہی ہے۔ جو دن کے چوبیس گھنٹے ہمارے ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی سوچ میں لگے رہتے ہیں، آج تم بھارت کے اتنے ترلے کیوں لے رہے ہو، کس چیز سے ڈرتے ہو؟ لگتا ہے کہیں ڈر موجود ہے۔ اللہ پہ توکل رکھنے والے، بنیاد پرست کبھی مصیبت اور مشکلات میں گھبرایا نہیں کرتے۔ وہ اقتدار میں ہوں یا پابند سلاسل، ہمیشہ ان کی نظر اپنے رب کی رحمت پر ہوتی ہے۔

یہ مسلم لیگ کی منتخب حکومت ہی تو تھی جس کے دلوں میں خلوص تھا، خدا پر بھروسہ تھا اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم تھی کہ نواز شریف نے 28 مئی 1998ء کو اپنے دشمن ملک کے مقابلہ میں ایٹمی دھماکہ کر کے دنیا سے اپنا عسکری قوت کا لوہا منوالیا۔ نواز شریف نے بھارت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی۔ بھارت کے وزیر اعظم واجپائی کو بہ امر مجبوری بس میں سوار ہو کر پاکستان آنا پڑا۔ اگر ہماری حکومت کو کسی غیر مسلم حکومت کے ایجنڈے پر کام کرتے ہوئے سازش کے نتیجے میں عارضی طور پر ختم نہ کیا جاتا تو میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے یہ دعویٰ کر رہی ہوں کہ وہ وقت دور نہیں تھا کہ بھارت کا وزیر اعظم سائیکل پر بیٹھ کر پاکستان آتا۔ نہ صرف مسئلہ کشمیر حل ہوتا بلکہ پورے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہوتا۔ علامہ اقبال نے ایک آزاد ملک کا خواب دیکھا تھا، قائد اعظم نے اس خواب کو حقیقت میں بدلا اور نواز شریف نے اس حقیقت کی تعمیر نو شروع کی اور اس کی سر بلندی کے لئے پائیدار منصوبہ بندی کی، لیکن ان سازشیوں نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنے ملک کے وزیر اعظم کو ہٹا کر افراتفری اور خون خرابے کی فضا پیدا کر کے پاکستان کو جو ترقی کی طرف گامزن تھا، تنزلی کی طرف دھکیل دیا۔

میں پوچھتی ہوں کہ مشرف نے عمان کے ساتھ ملک کے کس قیمتی حصے کا سودا کیا۔ مشرف! یاد رکھو ایک دفعہ پہلے بھی گوادر کا سودا کیا گیا تھا مگر اس حکومت کو اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑی تھی۔ اب ایران سے انڈیا تک پائپ لائن بچھوائی جا رہی ہے۔ یہ

غاصب حکومت قانون اور ضابطے سے پیدل ہے۔ ایران سے گیس پائپ لائن پچھلی کسی حکومت میں نہیں دی گئی۔ یہ سالمیت پاکستان کے لئے کسی بھی وقت خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ حکومت کو قانون اور ضابطے پڑھ کر اس طرح کے فیصلے کرنے چاہیں۔

حال ہی میں جنرل نقوی چیئرمین نام نہاد تعمیر نو نے اسلام آباد کے اندر ملک کے ذمہ دار لوگوں کی ایک میٹنگ میں محبّ وطن کالم نگاروں اور سرفروش صحافیوں کے سامنے قائداعظم اور علامہ اقبال کے پاکستان کے تین شہروں کے نقشے میں بھارت ظاہر کر کے پوری قوم کو حیرت میں ڈال دیا۔ ماضی میں ایک آمر اور طالع آزما نے جنگ کے نتیجہ میں پاکستان کو دولخت کیا جب کہ یہ بغیر جنگ کے ہی کسی معاہدے کے تحت بھارت کو دیئے جا رہے ہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ چیئرمین صاحب جب لیفٹیننٹ جنرل بنے تو پاک فوج نے ان کی قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو کسی کور کی کمانڈری تک نہ دی مگر آج وہ شخص پورے ملک کے مستقبل کے ساتھ کھیل رہا ہے اور خود ساختہ ٹھیکیدار بنا ہوا ہے۔

آج حکومت اس ملک کی معیشت کے ستون تاجروں کو اپنے ہی ملک میں اپنے ہی بھائیوں سے اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے سڑکوں پر مروا رہی ہے۔ اگر عمارت بچانی ہے تو اس کے ستون مضبوط ہونے چاہئیں۔ یہ حکومت ملک کی صنعت کو پہلے ہی تباہ کر چکی ہے اور آج لاکھوں لوگ صنعتوں کے بند ہونے سے بے روزگار ہو گئے ہیں۔ معیشت تباہ ہو گئی، پورے ملک بالخصوص ملتان میں تاجروں کے ساتھ زیادتی کی گئی، میرے تاجر بھائی اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھیں۔ میں ان پر ظلم وستم نہیں ہونے دوں گی۔ مضبوط تاجر، خوشحال تاجر خوشحال معیشت کی ضمانت ہوتا ہے اور خوشحال معیشت خوشحال پاکستان کی ضمانت ہے“۔

(خطاب: 2 جولائی، 2000ء)

جمہوریت، اسلام، پاکستان مسلم لیگ اور قومی رہنما میاں محمد نواز شریف لازم و ملزوم ہیں۔ اس دعویٰ کی صداقت پر میرا یہ مدلل خطاب ہے جو درحقیقت دو قومی نظریہ کے ساتھ افواج پاکستان کے جذبہ حریت اور ناقابل شکست وابستگی کو واضح کرتا ہے۔ قومی ہم آہنگی کے حوالے سے میں نے کہا۔

پاکستان بچاؤ تحریک

"آج میں مجلس تحفظ پاکستان کے اس پروگرام میں سب سے پہلے اپنے ان بھائیوں، بہنوں اور بیٹوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں اور ان کے جذبوں کو سلام پیش کرتی ہوں جو اس وقت کے یزید اور شمر کے سامنے کلمہ حق کہہ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے اپنے ملک میں جبر اور تشدد کا بری طرح نشانہ بنے۔ انہوں نے وطن سے محبت اور اسلام سے والہانہ لگاؤ کی بنا پر یہ ثابت کر دیا کہ کوئی بھی یہود و نصاریٰ کا وظیفہ خوار اسلامی جمہوریہ پاکستان سے نہ تو جمہوریت ختم کر سکتا ہے، نہ اس کے آئین کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور نہ ہی آئین کی سلامی دفعات پر شبخون مارنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ دو قومی نظریہ کی اساس پر قائم ہونے والے ملک کے 14 کروڑ عوام نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ کسی کو دو قومی نظریہ کا مذاق نہیں اڑانے دیں گے۔

میں 8 جولائی کو پنجاب سے کاروان تحفظ پاکستان لے کر صوبہ سرحد اس لئے جا رہی ہوں کہ تمام پاکستانی بھائی قحط زدہ علاقوں میں بے یار و مددگار پڑے اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لئے دل کھول کر چندہ دیں۔ اس سے پہلے اس پرامن کارواں کو ایک دفعہ چولستان اور بلوچستان لے کر گئی۔ مگر مجھے سمجھ نہیں آتی کیوں شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفاداروں نے اس کارواں کو روکا جس کے پیچھے انسانیت کی خدمت کا بہت بڑا جذبہ کارفرما تھا۔ شمر نے کربلا میں اہل بیت کا پانی بند کر کے یزید کی خوشنودی تو حاصل کر لی لیکن ہمیشہ کے لئے اللہ کے ہاں راندۂ درگاہ ہو گیا اور ذلت و رسوائی اس کی مقدر بن گئی۔ میرا ٹارگٹ

اس دفعہ قحط زدہ بھائیوں کے لئے ایک کروڑ روپیہ اکٹھا کرنا تھا جو وقت کے آمروں نے نہ کرنے دیا۔ مگر میں ان کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ یہ کارواں اپنے نیک مقصد کے لئے چلے گا اور ضرور چلے گا، خواہ کتنے ہی طالع آزماؤں سے ہمیں نبرد آزما ہونا پڑے۔

لاہور کی انتظامیہ کے چھوٹے ملازمین کو اوایس ڈی بنانے سے آئینی طور پر ریٹائرڈ جنرل نے اپنی جھوٹی انا کو تسکین دینے کی کوشش کی۔ ان بے چاروں کا کیا قصور، وہ تو چوبیس گھنٹوں سے بھوکے پیاسے ماڈل ٹاؤن کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور تمہارے چاپلوس اور نااہل ساتھی ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں وائرلیس سیٹ پر ''سب اچھا'' کی رپورٹ لے رہے تھے۔ تمہارے سفارشی ہوم سیکرٹری وقتی اقتدار کے نشے میں مدہوش آمریت کو تقویت دینے کے لئے الٹے سیدھے حکم نامے جاری کر رہے تھے۔ دوسری طرف مظلوموں کے کیمپ ماڈل ٹاؤن میں سورۂ یاسین کا ورد جاری تھا۔ تمہاری آنکھیں اندھی ہو رہی تھیں، ایک نہتی عورت اپنا مصمم ارادہ لئے ہوئے تمہاری ناپائیدار صفوں کو چیرتی ہوئی اپنے سفر کا آغاز کر رہی تھی۔ جنرل مشرف! ماڈل ٹاؤن کے باہر اگر تم خود بھی بیٹھے ہوتے تو اللہ کے فضل وکرم سے تمہیں بھی اسی طرح کی شکست ہوتی۔ کیونکہ میں اپنے ارادوں میں سچی تھی اور ہوں اور خدا ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ تم کیسے توپچی ہو؟ کہ تم نے اپنے دفاع میں توپخانے کی اہمیت اور حیثیت کو پس پشت ڈال دیا اور تمہاری غافلانہ حکمت عملی نے ثابت کر دیا کہ تم Professionaly پیشہ ورانہ اہلیت کے اعتبار سے بالکل زیرو ہو۔

"And now, you should not be proud to be a gunner"

(اور اب تمہیں اپنے توپچی ہونے پر اترانا چھوڑ دینا چاہیے۔)

اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ اگر تم سچائی پر ہو تو تعداد میں کم ہونے کے باوجود بھی فتح اور نصرت تمہارا مقدر ہے۔

میں حکومت کے ترجمان سے پوچھتی ہوں کہ کیا وہ بھی ملک میں غربت، افلاس اور بے روزگاری کے باعث ہونے والی خودسوزیوں کا خفیہ طور پر ریکارڈ اکٹھا کر رہے ہیں جس

طرح وہ ماضی میں منتخب حکومت کوتوڑنے کے لئے سازش کرتے رہے۔اب میں پوچھتی ہوں کہ پچھلے آٹھ مہینوں میں حکومت کے عاقبت نااندیشانہ رویہ کی وجہ سے کتنے پاکستانی شہریوں نے خودسوزی کی ہے۔ جب غریب کوکہیں سے امید کی کرن نظرنہیں آئے گی تو مایوس لوگ یہی کچھ کریں گے۔حکومت جھوٹ کالبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔لوگ تنگ آکر خودسوزیاں کررہے ہیں۔کیا یہ سب کچھ آمریت کی محبت کے نتیجہ میں ہے؟ تاجراذیت ناک دور سے گزررہے ہیں۔جوایجنڈا تاجروں کودیا گیا ہے، حقیقت میں خودساختہ حکومت کویہ ڈکٹیشن آئی ایم ایف اورورلڈ بنک نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت دی ہے۔یہ ملک کا پیسہ اکٹھا کرکے سود کی شکل میں مالیاتی اداروں کی جھولی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

خودساختہ حکمرانو! یادرکھو میرے تاجر بھائی کسی آمر کی ڈکٹیشن پرٹیکس نہیں دیں گے۔ عوام جمہوری عمل کو پروان چڑھتے ہوئے دیکھ کراپنا پیسہ ایماندار اور باصلاحیت لوگوں کے ہاتھوں میں ٹیکس کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔اب تم کہتے ہوکہ ایماندار تاجر نیب کے قانون سے نہ ڈرے۔تاجرتوایماندار ہیں کیونکہ ان کا پیشہ توسنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے مگرتمہارا نیب کا قانون فرنگی کے وقت کابنایا ہوا ہے۔قومیں ہمیشہ لیڈروں کی آواز پرلبیک کہتی ہیں۔ قومیں اپنے لیڈر کے ایک اشارے پرجان کا نذرانہ پیش کرنے سے گریزنہیں کرتیں۔محب وطن لوگوں کے سامنے چند ٹکے ٹیکس کی کیا حیثیت ہے، حقیقت صرف اتنی ہے کہ ٹیکس دینے والے تونیک نیت ہیں مگرٹیکس لینے والے حکمران عوام میں اپنا اعتماد کھوچکے ہیں۔

یادرکھو! عوام پرتشدد کرکے ٹیکس کیا، تم ایک پائی بھی وصول نہیں کرسکتے۔قومی لیڈر اس وقت پابند سلاسل ہیں۔قوم ان کے ساتھ ہونے والے ظلم وزیادتی کے ردعمل کے طور پر تمہاری کوئی ڈکٹیشن نہیں لے رہی۔ یہ قوم تمہاری کیوں ڈکٹیشن لے، کیونکہ ان کے لیڈر نے ان کویہ سبق سکھایا تھا کہ میں کسی غیرمنتخب کی ڈکٹیشن نہیں لوں گا اورقوم آج بھی اس موقف پر ڈٹی ہوئی ہے۔

ریٹائرڈ جنرل! قوم تم سے پوچھتی ہے کہ پچھلے آٹھ مہینوں میں ملک کے کتنے قرضے تم

نے اتارے ہیں؟ میں قوم کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ بیرونی ممالک کے تمام قرضے خود ساختہ حکومت نے ری شیڈول کرائے ہیں۔ ان قرضوں کا بوجھ تمہارے جانے کے بعد قوم پر کئی گنا بڑھ جائے گا اور آنے والا وقت مہنگائی کا ایک طوفان لے کر آئے گا۔ جمہوریت کو ختم کر کے ملک کو دنیا میں غیر جمہوری ملک بنا دیا گیا ہے، بنیاد پرستی کے معنیٰ نہ سمجھتے ہوئے خود ہی اپنی عوام کو بنیاد پرست قرار دیا جا رہا ہے، جو کام غیر مسلم پچھلے پچاس سال میں نہ کر پائے وہ اپنی اس کٹھ پتلی حکومت کے ذریعہ کروا رہے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خلاف جو ایک سازش ایک عرصہ سے گردش کر رہی تھی کہ کسی طرح اس ملک کو دہشت گرد قرار دیا جائے، مگر وہ جمہوری حکومتوں کے سامنے ہمیشہ بے بس رہے، آمریت کے اس دور میں غیر مسلموں کے اس ناپاک ارادے کو دن بدن پروان چڑھانے میں برابر کی مددگار ثابت ہو رہی ہے۔

حال ہی میں پرویزی انقلاب نے 14 کروڑ عوام کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے ہوئے ایران سے ہندوستان تک پائپ لائن بچھانے کے معاہدے کی منظوری دی ہے۔ میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے اس معاہدے کو REJECT کرتی ہوں اور حکومت کو یہ باور کرا رہی ہوں کہ مسئلہ کشمیر کو حل کیے بغیر بھارت سے کوئی معاہدہ نہیں کیا جائے گا جو کہ نواز شریف حکومت کا دوٹوک اور واضح موقف تھا۔ اگر مسئلہ کشمیر کو حل کئے بغیر دشمن ملک بھارت کے ساتھ اس معاہدے پر عمل درآمد کیا گیا تو میں 14 کروڑ عوام کی طرف سے پاکستان بچاؤ تحریک کا بہت جلد اعلان کر دوں گی۔ صرف ٹول ٹیکس کے عوض ہم اس معاہدے کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت پاکستان کی لوکل انڈسٹری کو ختم کیا جا رہا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک برصغیر میں حکمرانی کی مگر ہندو ہمیشہ تجارت پر چھایا رہا، انگریز کے برصغیر پر قبضہ کے بعد بھی مسلمانوں کو صنعت وحرفت کے میدان میں پیچھے رکھا گیا۔ اب بھی یہ معاشی دباؤ کی شکار حکومت اسی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے۔ اگر ہماری لوکل انڈسٹری اس سازش کے تحت ختم کر دی گئی تو ہماری

تجارت آہستہ آہستہ ہندوستان کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ اس بات کو تاجر اور صنعت کار اچھی طرح سمجھتا ہے کہ بین الاقوامی منڈی میں وہی ملک اپنی سیل بڑھا سکتا ہے جس کی کاسٹ آف پروڈکشن دوسرے کے مقابلہ میں کم ہو۔ یہ اکنامکس کا ایک سنہرا اصول ہے۔ مگر افسوس چیف ایگزیکٹو اور اکنامکس میں نہ طے ہونے والا فاصلہ پایا جاتا ہے۔

ملک پر نحوست کے سائے چھائے ہوئے ہیں۔ نواز شریف حکومت نے ڈھائی لاکھ ٹن چینی ملک سے باہر بھیج کر زر مبادلہ کمایا۔ اب 10 لاکھ ٹن چینی درآمد کر کے زر مبادلہ کے ذخائر پر کاری ضرب لگائی جا رہی ہے اور موجودہ آمر کی حکومت نے چینی خریدنے کے لئے جن لوگوں کو اجازت دی ہے اس میں وفاق اور سندھ کے وزراء بھی ملوث ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق اس وقت کراچی بندرگاہ پر چینی کے لدے ہوئے تین جہاز کھڑے ہیں اور مزید آ رہے ہیں۔ اس حکومت نے اپنے لوگوں کو نوازنے کے لئے ڈیوٹی کم کر کے انہیں فائدہ پہنچایا۔ میں یہاں پر قوم کو بتانا اپنا فرض سمجھتی ہوں کہ اس حکومت کے پاس اگلے دو مہینوں کے لئے تنخواہ دینے اور روزمرہ اخراجات کے لئے پیسے ختم ہو چکے ہیں۔

اس حکومت نے 11 ارب روپے کی ریکوری کر کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس کو 32 ارب روپے ظاہر کیا۔ جب کہ ہماری حکومت نے 99-1998ء میں صرف حبیب بینک کے ذریعہ 10 ارب کی ریکوری کروائی۔ قوم حقائق جاننا چاہتی ہے۔ غیر مسلموں کی پالیسی پر عمل درآمد کرتے ہوئے این جی اوز کے وظیفہ خوار ملک کو دیوالیہ کرنے کے درپے ہیں۔ ملکی معیشت آکسیجن پر چل رہی ہے۔ ملک کو معاشی بحران کا سامنا ہے۔ صحافیوں کو ان کے اپنے ہی پریس کلب کے اندر پولیس گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، خفیہ والے سادہ کپڑوں میں صحافیوں کے ساتھ غنڈہ گردی کر رہے ہیں، لاہور پریس کلب کے اندر صحافیوں پر تشدد تاریخ کا بدترین واقعہ ہے، ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے پریس کی آزادی کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔

صحافت کی آزادی پر بالواسطہ اور بلاواسطہ پابندی لگا دی گئی ہے۔ حقیقت عوام کے سامنے نہیں آنے دی جا رہی۔ کیونکہ محبِ وطن جب بھی ملکی سالمیت کے لئے لکھتا ہے تو آمریت کے دور میں اس کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سقوط ڈھاکہ پر اتنا کچھ لکھا گیا کہ آخر کار وقت کے آمر کو سنسر شپ نافذ کرنا پڑی اور آج بھی در پردہ یہی طرزِ عمل اپنایا جا رہا ہے۔ جلسے جلوسوں پر پابندی اس لئے لگائی گئی ہے کہ عوام کے نمائندے عوام کو اصل حقیقت سے روشناس نہ کرا سکیں۔ عوامی نمائندوں کو جیلوں میں بند کر کے ان کا عوام سے رابطہ توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حال ہی میں ہمارے محترم چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ نے اپنے ایک اخباری بیان میں عدلیہ کو حکومت کا کمزور ستون کہا۔ میں جناب چیف جسٹس صاحب سے نہایت ادب سے گزارش کر رہی ہوں کہ عدلیہ اس ملک کا سب سے مضبوط ستون ہے۔ کیونکہ قوم اب تہیہ کر چکی ہے کہ عدلیہ! ملک بچاؤ قوم تمہارے ساتھ ہے۔ میرے نزدیک چیف جسٹس صاحب نے سچ ہی تو کہا ہے کہ جب بھی کوئی آمر کسی جمہوری حکومت پر شبخون مارتا ہے تو عدلیہ اس کے وار سے کبھی بچ نہیں سکتی۔

میں تاریخ کے اس نازک موڑ پر اپنی عدلیہ سے نہایت ادب و احترام سے درخواست کر رہی ہوں کہ اس وقت ملکی سالمیت اور اسلام خطرے میں ہے۔ خدارا وہ مسلمان اور پاکستانی ہونے کے ناطے ہمیشہ کی طرح اپنے قومی فرض کو نبھائیں۔ اسلام اور پاکستان کو اگر کوئی طاقت بچا سکتی ہے تو وہ ہماری باوقار عدلیہ ہے۔ جسے وقت کے آمر کے سامنے کلمہ حق کہنے کی روایت زندہ کرنی ہوگی۔ قوم آج اس کی عظمت کو سلام پیش کرنے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔

میں اپنی عدلیہ کی توجہ اخبارات کے حوالے سے اس طرف مبذول کرا رہی ہوں کہ اسرائیلی کمانڈو کسی اور روپ میں مقبوضہ کشمیر میں پہنچ چکے ہیں۔ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی والی پالیسی دہرائی جا رہی ہے اور ہمارے ایوانوں میں بیٹھے خود ساختہ حکمران ''ہنوز دلی دور است'' کی خوش فہمی میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

نہ صرف یہودی مقبوضہ کشمیر میں ناپاک ارادے لئے بیٹھے ہیں بلکہ ان کے وظیفہ خوار

ہمارے ملک کے اندر خود ساختہ حکومت میں برابر کے شریک ہو کر ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے لئے خطرہ بن گئے ہیں۔ میں اس موقع پر افواج پاکستان کی عظمت کو سلام پیش کرتی ہوں اور یہ امید رکھتی ہوں کہ مشکل وقت میں ہم نظریاتی سرحدں کی حفاظت کریں گے، نہ صرف ہم نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کریں گے بلکہ افواج پاکستان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لئے بھی ہر بڑی قربانی دیں گے۔ صرف ایک شخص کی وجہ سے آج 14 کروڑ عوام تذبذب کا شکار ہوئے پڑے ہیں۔

بھارت نے آکاش میزائل کا تجربہ کرلیا ہے۔ اگر آج آئینی وزیر اعظم ایک سازش کے تحت پابند سلاسل نہ ہوتا تو وہ دشمن کے اس تجربے کا منہ توڑ جواب شاہین اور غوری کی طرح بغیر وقت ضائع کیے دیتے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس شبخون کے نتیجہ میں بننے والی این جی اوز کی وظیفہ خوار حکومت نے گلے میں کشکول ڈال لیا ہے، اپنی آمریت کو طول دینے کے لئے گلی گلی بھیک مانگی جا رہی ہے، بھارت کو پسندیدہ ترین ملک قرار دینے کی سازش کی جا رہی ہے جب کہ خارجہ پالیسی کے نام نہاد ماہرین حکومت کا موقف بیان کرتے ہوئے انڈیا کو شملہ معاہدہ، اعلان لاہور اور اعلان واشنگٹن کو سامنے رکھ کر مذاکرات کی دعوت دے رہے ہیں۔ حکومت کی طرف سے بھارت کی چاپلوسی اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے، اب مکے دکھا کر سستی شہرت حاصل کرنے والی حکومت بھارت سے مذاکرات کے لئے منت سماجت کر رہی ہے۔ مگر ہمارا مکار دشمن بھارت یہ موقف اپنائے ہوئے ہے کہ اگر کشمیر پر بات ہوئی تو وہ کراچی کی بات کریں گے۔

حکمرانو! یاد رکھو کہ یہ نواز شریف کی ایمانی طاقت تھی جس نے بھارت کو نہ صرف مسئلہ کشمیر پر بات کرنے پر مجبور کیا بلکہ واجپائی کو بس پر بٹھا کر مینار پاکستان کے سائے تلے کھڑا کر کے پاکستان بلکہ اس کی ایٹمی طاقت کو اپنے ازلی دشمن سے تسلیم کرایا۔ ہمارا دشمن یہ جانتا تھا کہ نواز شریف اپنے ملک اور اسلام سے مخلص ہے اور وہ اپنے اصولوں پر کبھی سودے بازی نہیں کرے گا۔ دفاع پاکستان کے معاملہ میں وہ دشمن سے ایک قدم آگے ہی رہے گا۔

اس کی قوت ایمانی اور جذبہ حب الوطنی نے بھارت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔ نواز شریف نے لیڈر آف دی اپوزیشن کی حیثیت سے نیلا بھٹ کے مقام پر کھڑے ہو کر انڈیا کو للکارا تھا۔ انہوں نے آزاد دھرتی میں کھڑے ہو کر مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لئے اعلان کر دیا تھا۔ قوم اچھی طرح جانتی ہے کہ یہ وہی موقع تھا جب نواز شریف نے پاکستان کی ایٹمی قوت کا اعلان کر دیا تھا، نہ صرف اعلان کیا تھا بلکہ ایٹمی پروگرام کو رول بیک ہونے سے بھی بچا لیا تھا۔ میں بڑے وثوق کے ساتھ آج بھی یہ کہتی ہوں کہ مسئلہ کشمیر کا حل صرف اور صرف پابند سلاسل آئینی وزیراعظم کی قیادت میں ہی حل ہوگا۔

یہ لمحہ فکریہ ہے کہ جو لوگ اسلام دشمن سازشوں میں ملوث ہیں، وہ مقبوضہ کشمیر میں سیر کرنے نہیں آئے، وہ ایک شرمناک ایجنڈا لے کر وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ سن لو یہودیو! ہماری افواج اور عوام آج بھی ایک دل کی طرح پاکستان کے اندر دھڑک رہے ہیں۔ ایک آمر کی آکسیجن پر چلنے والی حکومت تمہیں طے شدہ ایجنڈے کے تحت تمہارے ناپاک ارادوں میں بالواسطہ اور بلاواسطہ کامیابی نہیں دلا سکتی۔

ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کبھی پاک فوج کو بھل صفائی پر لگایا جا رہا ہے۔ کبھی ٹیکس فارم تقسیم کروا کر عوام کے دلوں میں اس کی محبت کو کم کیا جا رہا ہے۔ کیا ہماری قابل فخر اور باوقار فوج کا یہی کام ہے؟ میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے اعلان کرتی ہوں کہ میری پاک فوج اپنے اصل مقصد کی طرف توجہ دے اور جس جہاد فی سبیل اللہ کا اس نے اپنے اللہ سے وعدہ کیا ہوا ہے اور ملک کے آئین اور اس کی جغرافیائی سرحدوں کی قسم کھائی ہے، وہ اس کو نبھاتے ہوئے بارڈروں پر واپس چلی جائے۔ اپنی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا مقدس فریضہ ادا کرے، وہ اپنے فرض کی طرف لوٹے، میں خود ساختہ حکومت کو خبردار کر رہی ہوں کہ وہ جلد از جلد جمہوری حکومت کو بحال کرے تاکہ ملک کا دفاع مضبوط اور معیشت کو استحکام نصیب ہو۔ میں نے اور میری جماعت پاکستان مسلم لیگ نے بلکہ ہر مسلمان نے سالمیت وطن اور اس کی ترقی کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت میرے

نیک ارادے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ ہم نے اس ملک کو ایٹمی طاقت بنا کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کی سالمیت اور بقا مسلم لیگ کی سالمیت اور بقا سے براہ راست مشروط ہے۔ اس ملک میں جمہوریت پروان چڑھے گی، عوام اور اس کے نمائندے حکومت کریں گے، جمہوریت کو مستحکم کر کے آمریت کا ہمیشہ کے لئے راستہ روک دیا جائے گا اور کسی طالع آزما کو تاقیامت یہ حوصلہ نہیں ہوگا کہ وہ بندوق کی نوک پر آمریت کے خلاف اٹھنے والی آواز کو دبا سکے۔ کسی آمر کو جمہوریت اور آئین سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

ہمارے کارواں کو روک کر نہ صرف خشک سالی والے علاقے کے متاثرین کے ساتھ زیادتی کی گئی بلکہ اپنے خلاف اٹھنے والے عوامی سیلاب کو روکنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اگر یہ کارواں اپنے نیک مقصد کے لئے منزل مقصود پر پہنچ جاتا تو خود ساختہ حکومت کا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت ہو جاتا کہ مسلم لیگ عوام میں مقبول نہیں ہے۔ میں آج تمام ذمہ دار اداروں سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنا کردار ادا کریں اور عوام کے اس سیلاب کو جو اس حکومت کے خلاف اٹھ چکا ہے، آئندہ روکنے کی ناکام کوشش نہ کریں۔ 12 اکتوبر کے بعد خفیہ کے کچھ لوگوں سے مٹھائیاں تقسیم کرائی گئیں اور ان کو ٹی وی پر مناسب کوریج دی گئی۔

کاروان تحفظ پاکستان کو روک کر اپنے خلاف اٹھنے والے عوامی سیلاب کو حکمران نہیں روک سکتے۔ لفظ تحفظ پاکستان پر زور دے رہی ہوں کیونکہ میری جدوجہد صرف اور صرف اپنے وطن کے خلاف ہونے والی ناپاک سازشوں کے آگے بند باندھنا ہے۔ میں بہت جلد حکومت کو ایک بار پھر بھرپور سرپرائز دوں گی۔ آج ملک بھر میں ہزاروں کے حساب سے لوگوں کی گرفتاریوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حکومت کا وہ دعویٰ غلط تھا کہ نواز شریف کی محبت میں کوئی سڑکوں پر نہیں نکلا۔ اب عوامی سیلاب ان عاقبت نا اندیش حکمرانوں کو بہا کر لے جائے گا اور مورخ کو ایک بار ضرور لکھنا پڑے گا کہ عوام اپنے لیڈر کی محبت میں جیلوں کو توڑ کر آمریت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ کاروان تحفظ پاکستان کے پروگرام میں یہ مقدس فریضہ بھی شامل تھا کہ وہ قائداعظم کی عظیم بہن اور پاکستان میں جمہوریت کی سب سے بڑی

محسن مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کی برسی کے موقع پر 9 جولائی کو انہیں خراج تحسین پیش کرنے کے لئے مسلم لیگ ہاؤس راولپنڈی میں کارواں کے اگلی منزل پر روانہ ہونے سے پہلے ایک تقریب منعقد کرے۔ ہم اپنی عظیم ماں کے مشن پر چلتے ہوئے پاکستان کے تحفظ کا عہد کرنا چاہتے تھے لیکن وقت کے آمروں نے ہمارے کارواں کو لاہور میں روک کر اس خواہش کی تکمیل نہ ہونے دی۔ میں نے آج صبح مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کرائی ہے اور ہماری یہ دعا اور عزم ہے کہ جس طرح ہماری اس عظیم ماں نے اس وقت، وقت کے آمر کا مقابلہ کیا تھا اور قضا کا تیر بن کر اس وقت کے حاکم کے آگے آگئی تھیں، میں بھی ان کی ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے ان کے مشن کو مکمل کروں گی تاکہ پاکستان میں اب جمہوریت پر کوئی شبخون نہ مار سکے۔

تقریر کے آخر میں میں پرویز مشرف کو یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ تم نہ صرف ایک خود ساختہ حکمران ہو بلکہ ایک ناکام ریٹائرڈ جنرل ہو۔ بلکہ مزے کی بات تو یہ ہے کہ آٹھ جولائی کو تم نے یہ ثابت کر دیا کہ تم ایک ناکام اور بزدل توپچی بھی ہو۔ یہ حکومت پاکستان کے لئے سیکورٹی رسک بن چکی ہے"۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے" اے غافل مسلمانو"
تمہاری داستان تک نہ رہے گی داستانوں میں

(خطاب: 16 جولائی، 2000ء)

میں نے ملک کے اندر اسلام دشمنی اور بیرونی طور پر قومی نصب العین سے مسلسل اور بتدریج انحراف کی سازش کو عوام میں بے نقاب کرنے کے لئے اپنی قوت بیان کا بھرپور اور کما حقہ استعمال کیا۔ خود ساختہ فوجی حکمران جنرل (ر) پرویز مشرف کی حکومت کو، اس سے گیارہ استفسارات کر کے بالواسطہ طور پر چارج شیٹ کیا لیکن حکومت نے ان گیارہ سوالات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خود ساختہ ترجمان حکومت بن تیل کے تیلی ثابت ہوا، دنیا میں پاکستان کی تنہائی نے عوام کو تشویش اور فکر میں مبتلا کر رکھا ہے۔

مشرف حکومت سے گیارہ سوال

"آج میں قومی سلامتی کو خطرے میں دیکھ کر محسن کش خود ساختہ حکومت کو متنبہ کر رہی ہوں کہ وہ پاکستان کو ایک بار پھر تاریخ کے اس نازک موڑ پر لے آئی ہے کہ اللہ نہ کرے پھر کوئی اتنا بھاری صدمہ ہمیں اٹھانا پڑے جس کی وجہ سے تاریخ کے اوراق ہمیں معاف نہ کریں۔ سقوط ڈھاکہ کا زخم ابھی تک مندمل نہیں ہو رہا۔ کشمیر میں نہ صرف مسلمان بھائیوں کا قتل عام جاری ہے بلکہ شہداء کی اس جنت نظیر وادی سے اسلام کے نام کو مٹانے کی ناپاک سازش بھی ہو رہی ہے۔ میں حیران ہوں کہ کارگل کو کشمیر کے قریب دکھانے والے اب کیوں مسئلہ کشمیر پر آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں؟ کیا یہ 12 اکتوبر سے پہلے طے ہوا تھا؟ یا اپنی آمریت کو طول دینے کے لئے کشمیر پر سودا بازی کی جا رہی ہے؟ آج حکومت کے پے رول پر کام کرنے والے ابن الوقت پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کو توڑنے کے درپے ہیں بلکہ کچھ لوگ حکومت کے اشاروں پر پوری مسلم لیگ کو اس کی جھولی میں ڈالنے کا عندیہ دے رہے ہیں۔

قائداعظم کی مسلم لیگ ایک دفعہ پھر انشاء اللہ تحریک پاکستان والا جذبہ اور ولولہ لئے ہوئے نہ صرف نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کر رہی ہے بلکہ اس آڑے وقت میں ملک کے اندر اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کو ناکام کر رہی ہے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ پاکستان اکیسویں صدی میں دنیا کے نقشے پر ایک واحد ملک ہے، جو ایک آمر کے ہاتھوں اپنا آئین معطل کروا کر اقوام عالم میں تنہا کھڑا ہے۔ آئین کا وہ حصہ جو اسلامی دفعات پر مشتمل

ہے، اس کو گزشتہ آٹھ ماہ میں معطل رکھنا بھی ایک سازش ہے۔ اگر اب ان کو بحال کیا جا رہا ہے تو آٹھ ماہ پہلے اس طرف حکومت کی توجہ کیوں نہ ہوئی؟ یہ اسلام کے ساتھ غداری نہیں تو اور کیا ہے؟ حکومت اب اسلامی دفعات کو پی سی او کا حصہ بنا کر اپنا داغ دھونا چاہتی ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو عوامی غیظ و غضب سے بچا نہیں سکتی۔ اسلامی دفعات تو تا قیامت ہمارے ایمان کا حصہ ہیں۔ یہ پی سی او میں شامل ہوں یا نہ ہوں ان کے تحفظ کے لئے قوم کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی اور ہم اس سازش کو بے نقاب کر کے چھوڑیں گے۔ کتنی ستم ظریفی کی بات ہے کہ موجودہ حکومت کے آئین کا مکمل ڈھانچہ آج بھی وہی ہے جس سے عقیدہ ختم نبوت اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عبارت ختم کر دی گئی ہے۔ یہ عالم اسلام سے کتنا بڑا انداق ہے کہ جس حکومت نے اپنے حلف نامہ سے اسلامی جمہوریہ کے الفاظ کو حذف کر دیا اور عقیدہ ختم نبوت والی عبارت کو نکال دیا، آج قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے یہ ڈرامہ رچا رہی ہے۔ میں مجلس تحفظ پاکستان کے فورم سے یہ اعلان کرتی ہوں کہ اسلامی دفعات کے تحت حلف اٹھایا جائے۔ 12 اکتوبر کو اسلام دشمن قوتیں اسلام نافذ کرنے والی حکومت کے خلاف اپنے بیرونی آقاؤں کے اشارے پر حرکت میں آئیں اور پاکستان کے اندر اسلام کے لئے بہت بڑا خطرہ بن گئیں۔ اب ہماری منزل صرف اور صرف نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ ہے۔ اب قوم مکمل نفاذ چاہتی ہے جس کے لئے وہ مارچ میں منتظر تھی۔ اگر 12 اکتوبر کی سازش اسلام کے خلاف نہیں تھی تو پھر موجودہ حکمرانوں کو فوری طور پر نفاذ شریعت کا اعلان کر کے اپنی پاک دامنی کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا۔

قوموں کی زندگی میں حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی رہتی ہیں، سازشیں ہوتی رہتی ہیں۔ جذبہ ایمان سے سرشار قومیں حالات کا مقابلہ کرنا جانتی ہیں۔ اب قوم کا صرف ایک ہی مطالبہ ہے اور ایک ہی نعرہ ہے کہ ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نافذ ہو اور اس نظام کے تحت اس ملک میں جمہوریت بھی بحال ہو۔ اللہ کی زمین پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کے مطابق تمام امور مملکت انجام پائیں۔ اب قوم مزید انتظار کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ قوم کے صبر کا

پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔

دو قومی نظریہ کی بنیاد پر بننے والے ملک پاکستان میں اب مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال اور بانی پاکستان قائداعظم کی جماعت مسلم لیگ ہی ایک بار پھر 14 کروڑ عوام کو مسلم لیگ کے پرچم تلے اکٹھا کر کے اس ملک کو حقیقی اسلامی ریاست بنائے گی۔ (انشاء اللہ)

اب ہم غیر مسلموں کی سازشوں کے نتیجہ میں قائم ہونے والی آمریت کے شکنجے سے جمہوریت کو ہمیشہ کے لئے آزاد کروا کے دم لیں گے۔ میری تمام محبّ وطن اور اسلام دوست سیاسی رہنماؤں سے اپیل ہے کہ آؤ ایک بار پھر متحد ہو کر پاکستان کو بچا لیں جیسا کہ ماضی میں متحد ہو کر انگریز اور ہندو کی غلامی سے آزادی حاصل کی تھی۔ میں نے پچھلی تقریر میں بھی اپنی باوقار عدلیہ سے یہی گزارش کی تھی۔ آیئے آج پھر ایک منظّم سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے پاکستان کی سلامتی کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور اسلام دشمن لابی کے عزائم کو خاک میں ملا دیں۔ یہ ملک بچے گا تو سب کی سیاست بھی بچے گی، سب کی عزت اور غیرت بھی بچے گی، بلکہ میں یہ کہوں گی کہ ملک بچے گا تو ہم بچیں گے اور ہمارا سب کچھ بچے گا۔

آمریت کے اس دور میں پاکستان کے پاس کچھ باقی نہیں بچا۔ اب تو دکھ سہنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ جو حکومت ملک کے چاروں صوبوں میں غریبوں کے لئے آٹے کا ریٹ ایک نہیں کر سکی، وہ چاروں صوبوں میں پانی کا مسئلہ کیسے حل کرے گی؟ پچھلے آٹھ نو ماہ میں جھوٹ اور منافقت سے حکومت کو مصنوعی سانس دے کر چلایا جا رہا ہے، معیشت آخری سانس لے رہی ہے۔ عوام میں مسلسل اعتماد کھونے والی حکومت کیسے 14 کروڑ عوام کو قومی مسائل پر اکٹھا کر سکے گی؟ عوام صرف اور صرف جمہوری حکومت کے فیصلوں پر لبیک کہتی ہے۔

مسلم لیگ کی حکومت، 2000ء تک آئی ایم ایف کے تمام قرضے اتار کر قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کا منصوبہ بنا چکی تھی۔ انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب مسلم لیگ کی حکومت اپنے ملک میں صنعتی اور زرعی انقلاب لا کر اس ملک کی تقدیر کو بدلے گی۔

آٹھ نومہینوں میں چینی 20 سے 27 روپے کو پہنچ چکی ہے، پورے ملک میں آٹا مہنگا ہو گیا ہے۔ یہ موجودہ حکومت کا عوام کے لئے تحفہ ہے۔ باقی صوبوں میں آٹے کا ریٹ پنجاب سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اپنے خاص لوگوں کو پنجاب سے گندم اور آٹا سمگل کرنے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ آٹے اور گندم کی اس سمگلنگ پر نیب کا کالا قانون خاموش ہے۔ ملک میں پرمٹ مافیا عام ہے۔ مہنگائی کے ہاتھوں اس حکومت کے خلاف نفرتیں عروج پر ہیں۔ بے روزگاری کے ہاتھوں خودسوزیوں کے واقعات ''سب اچھا'' کی رٹ لگانے والے مشرف کے ترجمان کا منہ چڑا رہے ہیں۔

چند دن پہلے بلوچستان میں ایک پہاڑی سے میزائلوں کی بارش ہوئی۔ حکومت اس پر تبصرہ کرنے سے خاموش کیوں ہے؟ اگر کوئی محبّ وطن اس پر اپنی زبان کھولے تو اس کی حب الوطنی پر شک کیا جائے گا بلکہ اس کے خلاف جھوٹے مقدمات کھڑے کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ قوم اس سانحہ کے متعلق معلوم کرنا چاہتی ہے۔ اس بارے میں مشرف کا ترجمان چپ سادھے کیوں بیٹھا ہے؟ کیا سیاسی سرگرمیوں پر پابندی اسی لئے عائد کی گئی ہے؟ کیا قوم کے نمائندے ملک کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا نوٹس لے کر عوام کو بروقت آگاہ کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے؟ میں آمریت کے سیاسی اجتماعات پر پابندی کے حکم نامہ کو مسترد کرتی ہوں اور جمہوریت کے سرفروشوں کو یہ دعوت دیتی ہوں کہ وہ اپنے اور عوامی نمائندوں کے درمیان حائل ہونے والی کمزور دیوار کو آخری دھکا دے دیں۔

اس بات پر ہر کوئی متفق ہے کہ اگر 1971ء میں ملک میں کوئی منتخب حکومت ہوتی، عوام کو سچ اور حقائق سے باخبر رکھا جاتا، نفرتیں مٹائی جاتیں تو لوگ پابند سلاسل نہ ہوتے۔ سیاسی سرگرمیوں کی اجازت ہوتی تو بڑے بڑے اجتماعات میں بھائی چارے کی بات ہوتی۔ آج حالات بالکل مختلف ہوتے اور تاریخ کے اوراق پر ذلت آمیز الفاظ رقم نہ کیے جاتے۔ آخر میں میں یہ پوچھتی ہوں اور 14 کروڑ عوام جواب کے منتظر ہیں کہ:

1۔ کیا 12 اکتوبر کا شبخون اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خلاف سازش کا پیش خیمہ ہے؟
2۔ کیا عالم اسلام کی پہلی عالمی ایٹمی طاقت کو کمزور کرنے کی منصوبہ بندی تو نہیں؟
3۔ کیا مسلم لیگ کی حکومت کے بیرونی قرض اتارو مہم کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے؟
4۔ کیا پاکستان کے نقشہ سے بے خبر قصیدہ گو لوگوں کو اہم حکومتی مناصب پر بٹھا کر کوئی خاص کام لینا مقصود ہے؟
5۔ کیا ورلڈ بنک کے حکم سے بجلی مہنگی کر کے عوام کا گلا دبانا اور اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنا مقصود ہے؟
6۔ دینی مدارس پر پابندی لگا کر قوم کو کیا پیغام دیا جارہا ہے؟
7۔ کیا افغانستان کی جیتی ہوئی جنگ کو خانہ جنگی کی نذر کرنا موجودہ حکومت کی ترجیحات میں شامل تو نہیں؟
8۔ کیا اسلام سے محبت کرنے والوں کو بنیاد پرست کا نام دے کر اسلام کی خدمت کی جارہی ہے؟
9۔ کیا تاجروں کو اپنے ہی ملک میں تشدد کا نشانہ بنا کر ملکی معیشت کو مضبوط بنانے میں رکاوٹ کھڑی کرنا نہیں؟
10۔ کیا لوکل انڈسٹری کو تباہ کر کے بے روزگاری اور معاشی بدحالی کی طرف قدم نہیں بڑھایا جارہا؟
11۔ کیا زراعت کے شعبہ میں حکومت کی پالیسی نے چھوٹے کاشتکار کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا نہیں کیا؟

کل کے حکومتی یک طرفہ فیصلے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ معاشی بدحالی کی شکار حکومت اپنی تمام تر طاقت صرف اور صرف نواز شریف کے خلاف جھوٹے مقدمے بنانے اور ان میں سزا دلوانے کے لئے صرف کر رہی ہے۔ نواز شریف کے خلاف اٹک قلعہ میں چلنے والا

کیس ایسے لوگوں کے ہاتھوں چلایا گیا جو خود اس ملک کے غدار اور اسلام کے خلاف سازش کے نتیجہ میں سزا بھگت چکے ہیں۔ نواز شریف کو سزا نیب کے کالے قانون کے تحت نہیں دی گئی بلکہ نواز شریف کو سزا اسلام سے محبت اور ایک مضبوط پاکستان کا خواب دیکھنے کی دی جا رہی ہے۔ 1965ء کی جنگ میں جب دشمن ہمارے ملک پر حملہ آور ہوا تھا اور نواز شریف کے خاندان کا اس وقت سیاست سے بالواسطہ کوئی تعلق نہ تھا پھر بھی یہ محبّ وطن خاندان دن رات اپنی افواج کو اپنی اتفاق فونڈری سے جنگی ساز و سامان تیار کر کے بارڈر پر پہنچا تا رہا تھا اور اپنے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو نبھا تا رہا تھا۔ اس حب الوطنی کی سزا بعد میں حکومت وقت نے شریف خاندان کے پورے کاروبار کو نیشنلائز کر کے دی۔ مگر شریف خاندان کے حوصلے کسی انتقامی کاروائی کے سامنے اللہ کے فضل و کرم سے پست نہیں ہوئے۔ جیسا کہ دنیا جانتی ہے اس دفعہ تو نواز شریف نے اس ملک کو ایٹمی طاقت بنایا، اتنے بڑے کارنامے کی سزا دینے کے لئے یہ چھوٹے چھوٹے مقدمے اور یہ چھوٹی چھوٹی سزائیں کچھ اہمیت نہیں رکھتیں اسلام اور پاکستان کے لئے ہم کسی بھی بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ (انشاء اللہ) اور ہمیشہ جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہیں گے۔

حکمرانو! سن لو جیلیں ہمارے لئے آزمائشیں ہیں۔ اللہ اس آزمائش پر ہم پر کرم کرے اور یہ جیلیں اب تمہارا مقدر بنیں گی کیونکہ آج تک جس نے بھی اسلام کے خلاف سازش کی یا اپنے ملک کے خلاف سازش کی وہ قدرت کے انتقام سے نہیں بچ سکا۔ اور تم قدرت کے انتقام کا نشانہ بن چکے ہو"۔ (خطاب: 23 جولائی، 2000ء)

میں نے اپنی اس مہم کے دوران دوقومی نظریہ، پاکستان مسلم لیگ کی نظریاتی، فکری اور سیاسی جدوجہد، نظریہ اسلام اور عقیدہ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کشمیر میں جاری عظیم اسلامی جہاد کے تقاضوں پر نہ صرف روشنی ڈالی بلکہ عوام کو پاکستان کی بقا، استحکام، ترقی، سالمیت اور اس کے جغرافیائی وجود کے خلاف سازش کے بارے میں بھی آگاہ کیا اور اس سیکورٹی رسک کی نشاندہی کی جس کی وجہ سے پاکستان کے ایٹمی پروگرام سمیت ملکی وحدت اور اسلامی نظریہ کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ گویا مشرف حکومت کے خلاف یہ ایک چارج شیٹ ہے۔ میں نے کہا۔

چارج شیٹ

”آج پاکستان کی سالمیت کو عاقبت نااندیش حکمرانوں سے خطرہ ہے۔ بلکہ جس مقصد کے لئے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا اس مقصد کو ختم کرنے کے لئے اندرونی اور بیرونی دشمن اس کے درپے ہیں۔ یعنی اسلام دشمن اپنے وظیفہ خوار چیف ایگزیکٹو کے ساتھ مل کر اس ملک کے اندر اسلام کو ختم کرنے کے لئے دن رات کوشاں ہیں۔ یہ ملک اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں پر رہنے والے مسلمانوں کو مذہبی آزادی دی جائے گی، وہ آزادی سے اپنی مسجدوں میں جاسکیں گے، آزادی سے اسلام کی تبلیغ اور اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں گے، اپنے اچھے اخلاق اور کردار سے دوسری قوموں کو متاثر کر کے اسلام کی طرف راغب کریں گے اور اس ملک میں رہتے ہوئے اسلام کے بتائے ہوئے انسانی حقوق کی پاسداری کریں گے۔ گویا جیو اور جینے دو کی پالیسی کو اس خطے میں عملی جامہ پہنائیں گے اور اگر ضرورت پڑی تو ارکان اسلام کی پابندی کرتے ہوئے ہر برائی کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرتے ہوئے میدان عمل میں اتریں گے۔

یہی پیغام لے کر سرزمین عرب سے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ اس خطے میں داخل ہوئے اور اس خطے کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ مسلمان اپنی انتھک کوششوں سے اس خطے میں اسلام کو ہمیشہ پھلتا پھولتا دیکھتے رہے۔ مگر جب اور جہاں کہیں مسلمانوں کو اپنے ہی غداروں اور منافقوں نے کمزور کیا تو اس کے بعد پھر ایک نئے ولولے اور ہمت کی ضرورت پڑی۔ اگر 1857ء کی جنگ آزادی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس وقت سازش کے نتیجہ میں

بننے والی فرنگی حکومت جو اس خطے سے اسلام ختم کرنے آئی تھی، اس کے خلاف اعلان جہاد تھا۔ گویا اس ملک کی تخلیق کے لئے 1857ء سے قربانیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اس خطے میں اسلام کو بچانے کے لئے یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔ فرنگی کی اذیت ناک صعوبتوں یعنی کالا پانی جیسی سزائیں برصغیر کے مسلمانوں کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکیں۔ اور وہ ہر قسم کے ظلم و جبر کے سامنے کلمہ حق بلند کرتے رہے اور آخر کار انہوں نے اپنے لئے ایک آزاد ملک حاصل کر لیا۔

پرویز مشرف! تمہارے یہ قلعے، تمہاری یہ جیلیں اور تمہارے چاپلوس ان مجاہدوں کو یہ سزائیں دے کر، کیا ان کو حق کے راستے سے ہٹا لیں گے؟ ہرگز نہیں۔ آج 14 کروڑ عوام سروں پر کفن باندھ کر حکومت وقت سے 70 ہزار شہدائے کشمیر کے خون کا وقت کے فرعون سے حساب لینے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ پرویز مشرف! تم نے اپنے اقتدار کو عارضی طول دینے کے لئے 12 اکتوبر کے پہلے سے طے شدہ ایجنڈا پر کام کرتے ہوئے ان 70 ہزار شہداء کے خون کا سودا کیا جو ہندو کی غلامی کی زنجیریں توڑ چکے تھے اور اس خطے میں اسلام کا علم بلند کر چکے تھے بلکہ میں یوں کہوں گی کہ یہ قافلہ حق منزل پر پہنچنے کے بعد لوٹا گیا۔ جس مقدس خون کے نذرانے نے جہاد کشمیر کو زندہ رکھا ہوا تھا اس کا تم نے اپنے آقاؤں سے سودا کر لیا۔ بلکہ تم نے خدا کے عذاب کو دعوت دے دی۔ نہ صرف تم نے مسلمانوں سے غداری کی بلکہ اپنے ملک سے غداری کی۔ میں تو کہوں گی کہ تم نے اپنے پیشہ سے غداری کی۔ میں تو 12 اکتوبر کے بعد ہر فورم پر یہ بات کر رہی ہوں کہ یہ شبخون پر بننے والی حکومت پاکستان سے اسلام اور جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لئے ہمارے اوپر مسلط کی گئی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ حکومت پہلے مارچ، 2000ء میں نافذ ہونے والے اسلامی قانون کی راہ میں رکاوٹ بنی اور اپنے ایجنڈے کا آئیٹم نمبر ایک پورا کیا۔ جب جہاد کشمیر زوروں پر تھا تو چیف ایگزیکٹو نے ایک سازش کے تحت کارگل میں جنگ شروع کروا کے اس وقت کشمیر کی جنگ کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ میں پوچھتی ہوں کہ کارگل کے ذریعہ کشمیر لینے والو! آج جیتی ہوئی

جنگ دشمن کی جھولی میں تم کس انعام کے عوض ڈال رہے ہو؟ جہاد کشمیر سے غداری کر کے 70 ہزار ماؤں کے بیٹوں، بہنوں کے بھائیوں، عورتوں کے سہاگوں اور اسلام کے سپوتوں کا راہ حق میں بہایا ہوا خون تمہیں اتنی آسانی سے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے رائیگاں نہیں کرنے دیں گے۔ آج کشمیر کے مسلمان پابند سلاسل وزیر اعظم، مجاہد اسلام محمد نواز شریف کو کتنی بے بسی سے یاد کر رہے ہیں کہ نواز شریف آج تم جس جرم کی سزا پا رہے ہو وہ یہ ہے کہ ہماری آزادی کا نعرہ تمہارے ایجنڈے میں شامل ہے۔ کشمیری بھائی یہ جانتے ہیں کہ نواز شریف حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں، ہر سال اس مہینے نیلا بھٹ کے مقام پر کھڑے ہو کر مقبوضہ کشمیر کے مسلمان بھائیوں کو یہ پیغام دیا کرتے تھے کہ اللہ کی راہ میں لڑنے والو! تم اپنے آپ کو تنہا نہ سمجھنا، کیونکہ پورا عالم اسلام تمہارے اس جہاد میں برابر کا شریک ہے۔

مگر اس دور کے ننگ دین، ننگ ملت، اس سازشی ٹولے نے جو غداری طے شدہ ایجنڈا کے مطابق کشمیر سے کی ہے، اس پر وقت کے غدار میر جعفر اور صادق بھی انگشت بدنداں ہیں کہ ہمارے خون کا اثر اب بھی باقی ہے۔ جب بھی اس ملک میں آمریت آئی تو اس ملک کا ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ کبھی ملک دولخت ہوا، کبھی اس کے کسی حصے پر دشمن نے قبضہ کر لیا۔ اس دفعہ حیرت یہ تھی کہ ہمارے پاس گنوانے کو کچھ بھی تو نہیں تھا مگر وقت کے آمر نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ نہ صرف سالمیت پاکستان کے لئے خطرہ ہے بلکہ شہ رگ پاکستان کشمیر پر دشمن کو مضبوط ہاتھ ڈالنے کی بھی دعوت دے چکا ہے۔

اس سکیورٹی رسک پرویز مشرف نے شہدائے تحریک پاکستان، شہدائے کشمیر، شہدائے جنگ 1948ء، شہدائے جنگ 1965ء، شہدائے جنگ 1971ء اور اس ملک پہ مر مٹنے والے سپوتوں کے خون کی ہمارے ازلی دشمن بھارت کے ساتھ ارزاں قیمت پر جو سودے بازی کی ہے، یہ غداری نہیں تو اور کیا ہے؟ میں وقت سے پہلے نہ صرف 14 کروڑ عوام بلکہ عالم اسلام کو یہ باور کرا رہی ہوں۔ میں قوم کو یہ بھی بتانا چاہتی ہوں کہ موجودہ حکمران ایک

منصوبہ اور حکمت عملی کے تحت ایٹمی پروگرام کو سرد خانہ میں ڈالنے والے ہیں بلکہ ڈال چکے ہیں اور یہ بھی مصدقہ اطلاع ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ہم میں سے جس نے تیر اندازی سیکھ کر اس کو بھلا دیا گویا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ حکومت تو تیر اندازی کیا، سرے سے جہاد کی ہی منکر نکلی ہے۔ اس کے بارے میں علمائے کرام کا کیا نقطہ نظر ہو سکتا ہے، یہ مفتیان دین جانیں اور ان کا کام۔

اب اس غیر نمائندہ حکومت سے یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں وہ مجاہدین اسلام کی لسٹیں اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بھارت کو تحفتاً پیش نہ کر دے۔ اور یہ بات جہادی تنظیموں کے لئے لمحہ فکریہ ہے اور انہیں اس پر فوری توجہ دینی ہو گی اور اپنی صف بندی مضبوط کرنی ہو گی۔ کیونکہ کچھ عرصہ پہلے اس حکومت نے جہادی تنظیموں کو بنیاد پرست کہا پھر دشمن کو یہ موقع فراہم کیا۔ وہ اب ہر فورم پر ہمیں دہشت گرد قرار دلوانے میں بڑی گہری دلچسپی لے رہا ہے۔

جو کچھ مقبوضہ کشمیر میں ہو رہا ہے اس پر حکومت اور ترجمان حکومت کی پراسرار خاموشی میرے اس خدشے کی تائید کر رہی ہے۔ منکرین جہاد حکومت کے سائے میں بیٹھ کر مسلمانوں کے دلوں سے اپنے عقیدہ کے مطابق جذبہ جہاد ختم کرنے کی ناپاک کوشش میں مصروف ہیں۔ نہ صرف کشمیر بلکہ پاکستان کے اندر شہدائے کشمیر کی روحیں آج پرویز مشرف سے یہ سوال کر رہی ہیں کہ تمہیں ہمارے خون کا سودا کرنے کا حق کس نے دیا؟ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے وادی کشمیر میں دن رات اسلام کی دعوت کو بذریعہ تبلیغ عام کیا اور اس خطے کو اسلام کی روشنی سے اس تعلیمات کے مطابق منور کیا جس کے اثرات آج بھی کشمیریوں کے دلوں اور دماغوں میں موجود ہیں۔ کیا ان کی کوششیں اس لئے تھیں کہ کوئی طالع آزما اس خطے کو دشمن کی جھولی میں ڈال دے اور ہمیشہ کے لئے اس خطے میں اسلام کو سوچی سمجھی طے شدہ سازش کے نتیجہ میں کمزور کر دے۔ کیا برصغیر کے جید علمائے کرام

نے قید و بند کی صعوبتیں اس لئے برداشت کی تھیں کہ ان کی تمام قربانیوں اور محنت کو کوئی فرد واحد اس طرح رائیگاں کر دے۔ آج دو قومی نظریہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، دینی مدارس کو پابند کرنے کے اشارے دیئے جا رہے ہیں، جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لئے این جی اوز ایک خاص فرقے کی سرپرستی میں جہادی قوتوں کو کمزور کر رہی ہیں۔ قادیانی کلیدی اسامیوں پر قابض ہو گئے ہیں، کیا یہ اسلامی انقلاب ہے؟

حکمرانو! سن لو اب ہم 1971ء والا ڈرامہ نہیں دہرانے دیں گے، پہلے 90 ہزار قیدی بنوا کر ملک کو دولخت کیا، اور اب 70 ہزار شہداء کے خون کی قربانی کو رائیگاں بنا کر جہاد کشمیر کا سودا کیا۔ اب کشمیر پر ریلیاں نکالنے، جلسے جلوس کرنے اور ان کی حمایت میں ہڑتالیں کرنے والوں کے لب کیوں سلے ہوئے ہیں؟ جب ملک دولخت ہوا تب بھی ملک پر آمریت مسلط تھی اور اب بھی جب کشمیر کا سودا ہوا تو ملک آمریت سے دوچار ہے اور اس کے باوجود یہ کہا جا رہا ہے کہ سیاستدان کرپٹ ہیں۔ خود ساختہ حکمران یہ بھول گئے ہیں کہ پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں میں قیام پاکستان سے لے کر آج تک ملک کے مایہ ناز قانون دان، علماء و مشائخ بلکہ شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے سچے محبِ وطن اس ملک کے سیاسی سسٹم کا حصہ ہیں اور رہے ہیں۔ اور انہی لوگوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں آج یہ ملک دنیا کے نقشہ پر باوقار طریقہ سے ابھرا ہے۔ یہ سیاسی لوگوں کی سوچ ہی تو تھی کہ آج پاکستان عالم اسلام میں پہلی ایٹمی طاقت بن چکا ہے۔ آمر تو ہمیشہ اپنے اقتدار کو طول دینے کی سوچ میں رہتے ہیں اور سیاستدان ہمیشہ قوم کی خدمت کا سوچتے رہتے ہیں کیونکہ یہ قوم میں سے ہوتے ہیں اور انہوں نے اللہ اور اپنی قوم کے سامنے جوابدہ ہونا ہوتا ہے۔ جن سیاستدانوں کو کرپٹ کہا جا رہا ہے انہوں نے ہی ملک کو نہ صرف بچانا ہے بلکہ اس کو مضبوط کرنا اور قائم بھی رکھنا ہے اور یہی وہ سیاستدان تھے جنہوں نے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیا۔ اور آج میں نوابزادہ نصر اللہ خان کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ انہوں نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود تمام مکاتب فکر اور تمام قابل سیاسی طاقتوں کو اکٹھا کیا جس کا اول اور آخر مقصد

ملک کو بچانا، ملک کو آمریت سے نکالنا اور ملک میں صحیح جمہوری اسلامی نظام کو نافذ کرنا ہے۔
اور میں ان تمام سیاسی جماعتوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جو آج پھر اسلام اور ملک کو بچانے کے لئے مل بیٹھی ہیں۔

اس پرویز حکومت نے مارچ، 2000ء میں اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن کر اور جولائی، 2000ء میں جہاد کشمیر سے غداری کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کشمیر میں جہاد ختم کر کے حکومت وقت نے اسلام کی تاریخ میں سب سے بڑی شکست کو اپنے ماتھے پہ سجالیا ہے۔
دشمن جمہوری حکومت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا تھا مگر ایک بزدل آمر نے دشمن ملک کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔ یہ حکومت آخر اور کیا کرتی۔ اس کو تو لایا ہی اس لئے گیا تھا کہ کشمیر میں جہاد ختم کرو اور افغانستان کی جیتی ہوئی جنگ کو شکست میں بدلو اور یہ کام آہستہ آہستہ خود ساختہ حکومت کر رہی ہے۔ مورخ اگر سقوط ڈھاکہ کے اس سانحہ پر روشنی ڈالے گا تو اس سانحہ کی ذمہ داری کا بوجھ کس کے کندھوں پر ہو گا اور وہ میر جعفر اور صادق کے القاب کس کو عطا کرے گا؟ مجھے یقین ہے کہ اس سانحہ میں ملک کا کوئی بھی محب وطن سیاستدان حصہ دار نہیں بنا اور ہمیشہ کی طرح یہ ذلت آمیز شکست اور غداری بھی آمریت کے حصے میں آئی ہے۔ میں ریٹائرڈ جنرل قبضہ گروپ کو یہ یقین دلاتی ہوں کہ ان کا جہاد کشمیر سے غداری کا خواب، خواب ہی رہے گا اور کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا۔ ہم کشمیر کے مسلمان بھائیوں کو اس مشکل گھڑی میں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ پرویز مشرف! تم نے تو طے شدہ بیرونی ایجنڈے پر کام کر کے بیرون ملک بھاگ جانا ہے، ہمارا تو جینا مرنا اسی دھرتی کے ساتھ ہے۔
ہم اس کے ساتھ وفا کریں گے۔ اس کے آئین کے ساتھ وفا کریں گے۔ اس کی جغرافیائی سرحدوں سے وفا کریں گے، اس کی نظریاتی سرحدوں سے وفا کریں گے کیونکہ ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ اس ملک اور اس کی عوام کے لئے ہے۔

اب علماء و مشائخ بلکہ تمام مسلمانوں پر فرض ہو گیا ہے کہ آج ملک کے ساتھ جو سازش ہو رہی ہے اسے بے نقاب کریں اور ملک میں نفاذ شریعت کے لئے ایک بار پھر متحد ہو کر

جدو جہد کریں۔ یاد رکھو نفاذ شریعت ہی ہمارا مقصد اور ہماری منزل ہے۔ موجودہ حکومت نے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے اسلامی دفعات کو پی سی او کا حصہ بنانے کا اعلان کیا اور عملاً جہاد کشمیر کا سودا کر لیا ہے۔ موجودہ حکومت دشمنوں سے دوستی کی راہ و رسم بڑھا رہی ہے لیکن اپنوں کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے اس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ مسلم لیگ کے رہنماؤں اور کارکنوں کو بلا جواز اور بے قصور نہ صرف گرفتار کیا جا رہا ہے بلکہ چند مخصوص سپر سیڈ فوجی افسروں کی تحویل میں دے کر اپنے بنائے ہوئے محفوظ پورہ، لاہور کینٹ ٹارچر سیل میں لے جا کر ایسا انسانیت سوز سلوک کیا جا رہا ہے کہ جس سے احترام آدمیت کی تذلیل ہوتی ہے۔ میں پرویز مشرف سے پوچھتی ہوں کہ کیا یہ مسلم لیگ کے لیڈر اور کارکن وطن کے غدار ہیں؟ کیا انہوں نے ایسا کوئی جرم کیا ہے؟ جس کی اتنی کڑی سزا دی جا رہی ہے۔ وہ جان لیں کہ یہ حربے وطن پرست لوگوں کو سچائی کی راہ سے نہیں ہٹا سکیں گے اور اس طرح سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سپر سیڈ آفیسرز کے ذریعہ نفرت کا بیج بویا جا رہا ہے۔ اس سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سپر سیڈ آفیسرز کو پروموشن کا لالچ دے کر ان سے اپنے ہی بھائیوں پر ظلم کروایا جا رہا ہے۔ پرویز مشرف! سب نے ہی جانا ہے اور تم بھی چلے جاؤ گے، لیکن فوج اور عوام ایک ہیں اور متحد ہو کر انہوں نے وطن کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کا تحفظ کرنا ہے۔ اس ملک اور پاک فوج کا تمہاری ذات پر بہت بڑا احسان ہے۔ اس احسان کا بدلہ اس طرح ادا نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ محسن کش انسانوں کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی دوست رکھتا ہے"۔

(خطاب: 16 اگست، 2000ء)

میں نے بابائے قوم، بابائے ملت، بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کے مزار پر کراچی جا کر حاضری دیتے ہوئے 14 اگست 2000ء کو بانی پاکستان کے افکار ونظریات کی روشنی میں پاکستان کی سالمیت، بقا، استحکام، ترقی اور جمہوریت کا کیس پیش کیا۔ اسلام اور قوم سے بے وفائی کرنے والوں کے چہروں سے نقاب الٹ کر لوگوں کو عوام دشمن اور اسلام مخالف قوتوں کی نشاندہی کرائی۔ بلاشبہ میری یہ گفتگو پاکستان کے قومی نصب العین کی جدید دور میں بہترین سیاسی توجیہ اور تصریح ہے۔

اسلام اور عوام کے دشمنوں کی نقاب کشائی

''اپنے ملک کے 53 سالہ یوم آزادی کے موقع پر آج میں باب الاسلام میں کھڑی ہوں۔ میں اس سرزمین پر کھڑی ہوں جس کو باب الاسلام کے نام سے تاریخ قیامت تک یاد رکھے گی۔ اکیسویں صدی کا آغاز ہو چکا ہے۔ پوری دنیا کی قومیں آزادی کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ مجاہد اپنے خطے کی جنگ آزادی کے لئے کشمیر کے اندر تاریخ ساز جہاد کر رہے ہیں مگر جب اپنے ملک کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے پلٹ کر دیکھتی ہوں تو یہ ملک آج بھی ذاتی اغراض اور مقاصد کی گھناونی سازشوں کے چنگل میں پھنسا ہوا نظر آتا ہے۔ غیر مسلموں کے پیروکار اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس کی تعمیر و ترقی کا سفر منجمد ہو گیا ہے اور ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت 1971ء کے المناک سانحہ کی تاریخ کو دہرانے کی ایک اور گھناؤنی سازش تیار کی جا رہی ہے۔ مگر میں ریٹائرڈ جرنیل کو اس یوم آزادی کے موقع پر 14 کروڑ عوام کی طرف سے یہ باور کروا رہی ہوں کہ اب قوم کسی بزدل سازشی کو برداشت نہیں کرے گی۔ یہ سکیورٹی رسک حکومت 14 کروڑ عوام کو اس بات کا جواب دے کہ تمہارے سرد خانہ میں پڑی ہوئی سانحہ مشرقی پاکستان کی حمود الرحمان کمیشن رپورٹ دشمن کے ہاتھوں میں کیسے پہنچی؟ فکر تو اس بات کی ہے کہ حکومت میں موجود غیر مسلموں کے ایجنٹوں نے اس رپورٹ کے ساتھ اور کیا کچھ دشمن ملک بھارت کو پہنچا دیا ہو گا۔ جو حکمران جاگ رہے ہوتے ہیں، ان کی قومی امانتیں چوری ہو کر دشمن ملک نہیں پہنچتی بلکہ خلوص نیت والے حکمرانوں کے پاس دشمن ممالک خود چل کر آتے ہیں۔ میں آج سندھ

کی سرزمین پر کھڑی ہو کر ملک کی سلامتی کے لئے نیا عہد کرنے آئی ہوں۔ کیونکہ ملک خطرہ میں ہے اور رہا ملک کا آئین تو وہ پہلے ہی عاقبت نااندیش لوگوں کے ہاتھوں ختم ہو چکا ہے۔ میں یہاں کھڑی ہو کر تاریخ کے اس حصے کو دیکھ رہی ہوں جب اس خطے کی مظلوم ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں نے ایک ظالم حکمران راجہ داہر کے خلاف دادرسی کی اپیل کی اور ان کی پکار پر اسلام کا سپوت محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ لبیک کہتے ہوئے نہ صرف اس خطے میں مظلوم کی حمایت کے لئے آیا بلکہ اس کے آنے سے برصغیر میں اسلامی نظام کی تحریک شروع ہوگئی اور اسلام کی تعلیمات سے یہ خطہ منور ہونا شروع ہوگیا۔ مگر آج پھر اس ملک پر راجہ داہر کے پیروکاروں کا قبضہ ہے اور آج میں اس کے خلاف 14 کروڑ مظلوم بے بس عوام کے ساتھ مل کر آواز بلند کرنے آئی ہوں اور میں 14 کروڑ عوام کو بتا رہی ہوں کہ یہ وقت ہے اپنا دین بچانے، اپنا ملک بچانے، جہاد کشمیر بچانے اور اپنا ایٹمی پروگرام بچانے کا۔

عالم اسلام کا قلعہ پاکستان آج مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں کے ہاتھوں چلا گیا ہے آؤ ایک بار پھر تحریک پاکستان والا جذبہ بیدار کر کے اٹھیں اور غیر مسلم قوتوں کی مسلط کی ہوئی آمریت کو ٹھوکروں سے ختم کر دیں۔ گزشتہ روز ایک محب وطن کالم نویس نے اپنے کالم میں قوم سے سوال کیا تھا کہ قوم سوچے، اس ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کون سے عناصر ہیں؟ آج کے اخبارات کی شہ سرخیاں اس کے سوال کا مکمل جواب دے رہی ہیں۔ اب میں محبّ وطن کالم نگاروں اور صحافت کے علمبرداروں سے اس ملک کو بچانے کے لئے درخواست کر رہی ہوں کہ وہ پاکستانی ہونے کے ناطے اپنا قلمی جہاد کریں۔ وقت کے غداروں کے چہروں سے نقاب اٹھائیں۔ اب اصل احتساب کا وقت قریب پہنچا ہے۔ سیاستدانوں کو تو عوام ان کے اچھے اور برے کی جزا اور سزا ہر آنے والے انتخاب میں سنا دیتی ہے مگر عوام سقوط ڈھاکہ اور کارگل جیسی غلطیوں کا خون کن کے ہاتھوں پر تلاش کریں۔ کیا ہر دور میں جسٹس حمود الرحمان جیسے جرأت مند محبّ وطن افراد کی آواز کو بندوق کے زور پر دبا دیا جائے گا؟ اس سکیورٹی رسک حکومت نے نہ صرف دشمن ملک بھارت کے آگے مکمل

طور پر گھٹنے ٹیک دیئے ہیں بلکہ اسلام کی دشمن طاقتوں سے بھی مرعوب ہوگئی ہے، ملک بین الاقوامی طور پر تنہا ہو گیا ہے، مہنگائی اور بے روزگاری کے ہاتھوں لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں اور ایسے حالات میں اللہ کے دین کا پرچار کرنے والے مدارس کو غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر ڈکٹیشن دی جارہی ہے اور انہیں پابندیاں لگانے کے اشارے ہو رہے ہیں مگر ہم ایسا کبھی ہونے نہیں دیں گے۔

تاجر بھائیوں کو اپنے ملک میں ظلم و تشدد کا بری طرح نشانہ بنایا جارہا ہے اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی تاجروں اور کسانوں پر ناقابل برداشت ٹیکس عائد کر کے ان کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت کمزور کیا جارہا ہے۔ یہ ٹیکسوں کی وصولی کس کی جھولی میں ڈالی جارہی ہے؟ حکومت ہر روز عوام کی پریشانیوں میں اضافہ کرنے کے لئے نت نئے آرڈیننس جاری کر رہی ہے مگر 14 کروڑ عوام حکومت کے تمام آرڈیننس اور نیب کے کالے قانون کو مکمل طور پر مسترد کرتے ہیں۔ نیب کا قانون دوسرے لفظوں میں حکومتوں کا اغوا برائے تاوان ہے۔ خود ساختہ چیف ایگزیکٹو نے اپنے 5 کروڑ روپے کے اثاثے تو ظاہر کر دیئے ہیں مگر 5 کروڑ کہاں سے آیا؟ اس کا نہیں بتایا۔ قوم ان سے ثبوت مانگ رہی ہے۔ کیا ملک میں لوٹ کھسوٹ ایمنیسٹی سکیم کے تحت یہ اثاثے وائٹ کر لئے گئے ہیں یا نہیں۔

ریٹائرڈ جرنیل! وقت آنے پر تم سے پوچھا جائے گا اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے۔ اپنے وزیر خزانہ سے اس کے متعلق مشورہ کر لو کیونکہ وہ ملک کو معاشی طور پر دیوالیہ کر کے بہت جلد ملک چھوڑنے والا ہے۔ بجٹ سے پہلے کا لکھا ہوا استعفیٰ اب بھی ان کی جیب میں موجود ہے۔ ماہانہ 20 ہزار روپے تنخواہ لینے والے جنرل کا بیٹا دنیا کی مہنگی ترین یونیورسٹی میں کیسے تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ دنیا بھر کی قومیں اپنا یوم آزادی تجدید عہد کے طور پر مناتی ہیں۔ ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہوئے مستقبل کی راہوں کا تعین کیا جاتا ہے، آئندہ آنے والی نسل کے لئے مذہبی، اخلاقی، سیاسی اور معاشی ڈھانچہ تیار کیا جاتا ہے اور ماضی کے ایسے ہیروز کو تاریخ کا حصہ بنایا جاتا ہے جن کا کردار اور قربانیاں مستقبل

کے لئے مشعل راہ ہوں۔

مگر جب ہم اپنے ماضی کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو ہمیں اپنے 53 سالہ زندگی کا نصف سے زیادہ وقت براہ راست آمریت کے شکنجہ میں غیر مسلم سازش کے تحت جکڑا ہوا ملتا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آج پھر ملک غیر مسلموں کی گرفت میں ہے۔ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈال کر اس حکومت نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کرنے کی سازش کی ہے۔ یہ ملک پہلے 1971ء میں انہی طالع آزماؤں کی غیر دانش مندانہ سوچ کے نتیجہ میں نہ صرف دولخت ہوا بلکہ اس کی عسکری طاقت کو بری طرح منتشر کیا گیا۔ آج کی طرح ہمیشہ اس ملک کے نازک کندھوں پر غیر مسلموں نے آمریت کے ذریعہ اپنے ایجنڈے کی تکمیل کروائی جب کسی محب وطن نے عالم اسلام کے قلعہ پاکستان کو مضبوط کرنے کی کوشش کی تو ملک کے اندر یہود، ہنود اور نصاریٰ کے ایجنٹ متحرک ہو گئے اور اپنے وظیفہ خوار اور وفادار آمروں کے ذریعہ نہ صرف ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا بلکہ اس کے آئین کے تقدس کو پامال کیا اور اس ملک کی باوقار عدلیہ کی مختلف حیلوں، بہانوں، آرڈیننس اور پی سی او سے آزادی کو سلب کیا۔ آزادی صحافت کو ختم کرنے کی ریت بھی انہی ڈکٹیٹرز کے دور حکومت میں پڑی۔ آج بھی جس کا سلسلہ جاری ہے۔ آج پابند سلاسل نواز شریف کو سزا سربلندی اسلام اور ایک مضبوط ایٹمی پاکستان کی منصوبہ بندی کی دی جارہی ہے۔

نواز شریف نے مارچ، 2000ء میں شریعت کے نفاذ کا اعلان کرنا تھا اور اس سلسلہ میں تمام تر ضروری اقدام کئے جا چکے تھے۔ علماء اور مشائخ سے مشاورت کی جا چکی تھی اور جون، 2000ء میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے سودی نظام سے نجات دلانی تھی، افسوس کہ پرویز حکومت نے ایسا ہونے نہ دیا۔ مگر میں یقین رکھتی ہوں جس طرح عوام نے فرنگی حکومت سے نجات حاصل کر کے اپنی سیاسی لیڈرشپ پر بھروسہ کیا، اب وہ اس عظیم الشان ماضی والے بامقصد اور تعمیری قومی جذبے کے ساتھ ملک اور قوم کے دامن پر

آمریت کے جوداغ ڈالے گئے ہیں، انہیں بھی دھوڈالیں گے۔آؤمل کراس موقع پر تجدید عہد کریں کہ

1۔ ہم 14 کروڑ عوام اسلام کے خلاف سازش کرنے والی پرویزی آمریت کے راستے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنیں گے اور ملک کو صحیح معنوں میں اسلام کا قلعہ بنائیں گے۔

2۔ ہم شہدائے تحریک آزادی کے خون اور دوقومی نظریہ کی بنیاد پر بننے والے ملک پاکستان اوراس کے آئین کے ساتھ وفا کریں گے۔

3۔ شہ رگ پاکستان کشمیر پر سودے بازی نہیں ہونے دیں گے۔

4۔ ایٹمی پروگرام کوسردخانہ میں ڈالنے سے بچائیں گے۔

5۔ اپنے اسلامی ورثوں یعنی دینی مدارس کی حفاظت کریں گے۔

6۔ مہنگائی اور بے روزگاری کے حکومتی مشن کے خلاف لڑیں گے۔

7۔ ملک کوسود کے بوجھ سے نجات دلوا کر حقیقی اسلامی نظام اور معیشت کی راہ ہموار کریں گے جیسا کہ ہماری حکومت نے جون،2000ء میں اس کی تکمیل کا ایجنڈا تیار کر رکھا تھا جو 12 اکتوبر کی سازش کی نذر ہوگیا۔

8۔ مسلمانو! یادرکھو کہ ہماری بقااور ہماری منزل نفاذ شریعت میں ہے اور نفاذ شریعت کے لئے ہم پرویز حکومت کے خلاف جہاد کریں گے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

کل 14 اگست کو میں مزار قائد پر فاتحہ کے بعد قوم کے ساتھ مل کر یہ عہد کروں گی کہ ہم اس ملک کی اسلامی، دینی، اخلاقی اور معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ آمروں اور طالع آزماؤں کا راستہ روکیں گے جو ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں اور میں مزار قائد پر کل حاضری کے بعد اس مصمم ارادے کو لے کر پورے پاکستان کا دورہ کروں گی جس طرح عظیم ماں، مادرملت محترمہ فاطمہ جناح نے آمریت کے خلاف مثبت قدم اٹھایا تھا۔ میں اس

مشن کو جاری رکھنے کا عہد کروں گی۔

آمرو! تاریخ گواہ ہے کہ تم نے بانی پاکستان قائداعظم کے خاندان کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔ کیا ہوا اگر نواز شریف کا خاندان اسلام کی سر بلندی، پاکستان اور قوم کی ترقی کے لئے وقت کے آمر کے سامنے کلمہ حق کہہ رہا ہے اور ان کے ظلم اور زیادتی کو خندہ پیشانی سے برداشت کر رہا ہے۔ آخر میں، میں حکومتی مشینری سے پوچھتی ہوں کہ حمودالرحمٰن کمیشن رپورٹ دشمن کے ہاتھ کیسے لگی؟ کیا اس پر انکوائری کا مطالبہ کرنے والے مجرم ٹھہرائے جائیں گے؟ میں آج اس موقع پر اپنی قوم کو یہ نوید دیتی ہوں کہ آمریت کے سائے ڈھل چکے ہیں۔ اسلام اور جمہوریت کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو"۔

(خطاب: 14 اگست، 2000ء)

کشمیر کی آزادی، جہاد کی کامیابی، ایٹمی ترقی اور قومی سلامتی کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی اور عملی کامل نفاذ کے لئے کام کرنے اور حمود الرحمٰن انکوائری کمیشن رپورٹ کی اشاعت یقینی بنانے کے حوالے سے بھی میں نے قومی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اخوت کی نگہبانی کا فریضہ ادا کیا۔ یہ گفتگو ایک بت شکن کا پھاوڑا اور ہتھوڑا قرار دی جا سکتی ہے۔